تقویۃ الایمان

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ

۱۲۴۶ھ

المکتبۃ السلفیۃ
شیش محل روڈ، لاہور ۲

عصر حاضر میں سیرۃ النبی ﷺ پر مستند کتاب
سیرت نگار مولانا صفی الرحمن مبارکپوری
الرحیق المختوم
(اردو)
رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ سیرت نگاری کے عالمی مقابلے میں اول انعام یافتہ
خصوصیات
فاضل مصنف کے قلم سے سلیس اور شستہ اردو ترجمہ
نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمایاں مساعی۔ سرایا اور غزوات کی مختصر مگر جامع تفصیلات
بیان سیرت میں تاریخی ترتیب کا اہتمام
احادیث کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک، سراپا کے حسن و دلآویزی کا دلچسپ تذکرہ
پر کشش نظر افروز گرد پوش، سنہری ڈائی دار جلد
کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ، ولایتی کاغذ
ہر بڑے بکسٹال سے طلب فرمائیں
ناشر: المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور

وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء
(البينة)

تقوية الايمان

تصنيف

مولانا سید محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۹۳ھ ——— ۱۲۴۶ھ

مقدمہ
مولانا غلام رسول مہر

تحقیق
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

ناشر
المکتبۃ السلفیۃ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور

طابع ــــــــــ احمد شاکر

مطبع ــــــــــ طفیل آرٹ پریس لاہور

واحد تقسیم کنندگان:۔

دار الکتب السلفیہ ۔ شیش محل روڈ ۔ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم
قال الله تعالى
إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ
وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ
مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ
إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝
صدق الله العظيم
ترجمہ: تحقیق ہم نے اتاری ہے طرف تیری کتاب ساتھ حق کے، پس بندگی کر اللہ کی خالص کر کر واسطے اس کے
عبادت کو۔ خبردار ہو واسطے اللہ کے ہے عبادت خالص۔ اور جن لوگوں نے پکڑے ہیں سوائے اس کے
دوست کہتے ہیں نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر تو کہ نزدیک کریں ہم کو طرف اللہ کی نزدیک کرنے کو۔
تحقیق اللہ حکم کرے گا درمیان ان کے بیچ اس چیز کے کہ وہ بیچ اس چیز کے اختلاف کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تھے جو اسماعیلؒ غازی مولوی
علم کے دریا مراتب میں ولی

اک کتاب حق انہوں نے جب لکھی
اس میں تفریق حق و باطل ہوئی

پھر گیا جو مرد نا ہنجار ہے"

"جس پہ ہو جاوے ذرا الطاف حق
تقویتِ ایمان کا لیوے سبق

طبع اسماعیلؒ کا روشن طبق
ہر جز اس کا ہے ہدایت کا ورق

شرک کے حق میں عجب تلوار ہے"

"دین اِک مُدّت سے سوتا تھا پڑا
غازیِ دیں نے دیا دیں کو جگا

ورنہ رفتہ رفتہ قبر اولیا
سجدہ گاہِ خلق ہوتی بَرملا

شکر خالق کا ہمیں درکار ہے"

مولانا الطاف حسین حالیؒ

مشتاق احمد بھٹہ خوشنویس

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُقَدَّمَہ

"تقویت الایمان" کے مصنف شاہ محمد اسمٰعیلؒ، شاہ عبدالغنیؒ کے اکلوتے فرزند، شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کے پوتے، شاہ عبدالعزیزؒ محدث، شاہ رفیع الدینؒ محدث اور شاہ عبدالقادرؒ محدثؒ کے بھتیجے تھے۔ پاک و ہند کی وسیع سرزمین میں علم و فضل، درس و تدریس، تصنیف و تالیف وعظ و ارشاد، تجدیدِ دین، احیائے اسلامیت اور اصلاحِ اُمت کی ایسی بلند نسبتیں شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہوں، جن سے شاہ اسمٰعیلؒ مشرف ہُوئے اور ایسی گراں بہا میراث بھی بہت کم لوگوں کو ملی ہوگی۔ شاہ اسمٰعیلؒ نے ان نسبتوں کی بلندی اور اس میراث کی گراں بہائی نہ محض قائم رکھی بلکہ عملاً ان کی زینت و زیبائی بدرجہا درخشاں تر بنا دی۔

شاہ اسمٰعیلؒ مستند روایت کے مطابق ۱۲ر ربیع الاول ۱۱۹۳ھ (۲۶ر اپریل ۱۷۷۹ء) کو پیدا ہُوئے۔ گویا اپنے پیر و مُرشد امیر المومنین سید احمد بریلویؒ سے کم و بیش سات سال بڑے تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہؒ تھا۔[1]

تعلیم و تربیت شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پائی۔ آٹھ سال کی عمر میں حافظِ قرآن بن گئے۔ ۱۶ر رجب ۱۲۰۳ھ (۱۲ر اپریل ۱۷۸۹ء) کو شاہ عبدالغنیؒ نے وفات پائی۔ جب شاہ شہید

---

[1] میر شہامت علی نے "تقویۃ الایمان" کے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں شاہ شہید کی تاریخ ولادت ۲۰ر شوال ۱۱۹۵ھ لکھی ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فضیلت النساء (بنت مولوی علاء الدین پھلتی) بتایا ہے۔ بلاشبہ شاہ صاحب کی نھیال پھلت ہی میں تھی اور ان کی ہمشیر بی بی رقیہ کی پہلی شادی پھلت ہی میں ان کے ماموں کے بیٹے مولوی کمال الدین سے ہُوئی، لیکن شاہ صاحب کی تاریخ ولادت اور والدہ ماجدہ کے نام کے متعلق مستند بیان وہی ہے جو متن میں درج ہُوا۔ میر شہامت علی کی روایت کا ماخذ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ انہوں نے شاہ صاحب کے حالات میں اور بھی کئی باتیں ایسی درج کر دی ہیں جو صحیح نہیں۔

صرف دس برس کے تھے۔ تینوں اعمامِ کرام (شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ) نا یتیم بھتیجے کو آغوشِ محبت میں لینے کیلئے یکساں تیار تھے۔ لیکن رہنمایہ ذمہ داری شاہ عبدالقادرؒ نے اٹھالی، جن کی اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی۔ شاہ اسمٰعیلؒ نے درسی کتابیں اُنہی سے پڑھیں تمام مروّجہ علوم میں وہ درجہ حاصل کر لیا جو ان کے عہد میں تعلیم و تدریس کا آخری درجہ سمجھا جاتا تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ سے حدیث کی سند لی اور ۱۵، ۱۶ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔

سرسید احمد خاں کے بیان کے مطابق ابتدا میں استغنا کا یہ عالم تھا کہ یاد ہی نہ رہتا تھا، سبق کہاں سے شروع ہوگا۔ کبھی اصل مقام سے بعد کی عبارت شروع کر دیتے۔ شاہ عبدالقادرؒ ٹوکتے تو جواب میں کہہ دیتے کہ مطلب سہل سمجھ کر نہ پڑھا۔ شاہ عبدالقادرؒ متروکہ حصے میں سے کچھ پوچھتے تو شاہ شہید ایسی تقریر فرماتے کہ سب لوگ سن کر حیران رہ جاتے۔ کبھی اصل مقام سے پیشتر سبق کا آغاز کر دیتے۔ شاہ عبدالقادرؒ متنبہ فرماتے تو شاہ شہیدؒ ایسے شبہات وارد کر دیتے کہ فاضل اُستاد کو بھی ان کے جواب میں خاص توجہ مبذول کرنا پڑتی۔

غیر معمولی ذکاوت کی دھوم شہر بھر میں تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد لوگ امتحاناً برسرِ راہ مشکل سوالات پیش کر دیتے۔ خیال یہ ہوتا کہ کتاب پاس نہیں، اس لیے شافی جواب نہ دے سکیں گے لیکن شاہ شہید بے تامل تقریر شروع کر دیتے اور مسئلے کی ایسی تشریح فرماتے کہ پوچھنے والوں کو اپنی جرأت پر خجالت ہوتی۔

مولانا محمد خان عالم مدراسیؒ نے مولانا سید محمد علی رام پوریؒ کے بیان کے مطابق لکھا ہے کہ۔

شاہ شہید عالمِ متبحر اور حافظِ قرآن تھے۔ تیس ہزار حدیثیں ان کی نوک زبان پر تھیں[1]

سید صاحب کی بیعت

شاہ شہید کے علم و فضل کی شہرت اگرچہ عام تھی، لیکن اس کے ساتھ طبیعت میں اک گونہ بے پروائی سی پائی جاتی تھی۔ یعنی انہوں نے کوئی مستقل مشغلہ اختیار نہ کیا تھا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ خاندان میں جن مشاغل کا رواج تھا، انہیں وہ مقاصدِ اصلاح کے لیے کافی نہ سمجھتے تھے اور کوئی نیا مشغلہ پیش نظر نہ تھا، یا یہ سمجھ لیجیے کہ وہ اپنے دل میں ایک لائحہ عمل کا فیصلہ کر چکے تھے اور رفقاء و معاونین کی تلاش میں متوقف تھے۔ یہ حالت تھی کہ ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء) میں امیر المومنین

---

[1] تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین قلمی نسخہ صفحہ ۱۶۔

سید احمد بریلویؒ نواب امیر خاں والی ٹونک کی رفاقت چھوڑ کر راجپوتانہ سے دہلی پہنچے اور اکبر آبادی مسجد میں مقیم ہوئے پہلے مولانا محمد یوسف پھلتی نے، جو غالباً شاہ ولی اللہ کے بھائی شاہ اہل اللہؒ کے پوتے تھے، پھر شاہ عبدالعزیزؒ کے داماد، مولانا عبدالحئیؒ نے اور ان کے بعد شاہ شہید نے سید صاحب سے بیعت کی۔ اسی وقت سے شاہ شہید کی زندگی بالکل بدل گئی۔ وہ رات دن اصلاح و ارشاد میں مصروف رہنے لگے۔ سہ شنبہ اور جمعہ کو شاہی مسجد میں بالالتزام وعظ فرماتے۔ سرسید نے لکھا ہے کہ نماز جمعہ کے لیے لوگ اس کثرت سے آنے لگے، جیسے عیدین کی نمازوں میں آتے تھے۔ سامعین کا شمار نہ ہو سکتا تھا۔ وعظ کا طریقہ ایسا تھا کہ جو کچھ فرماتے دلوں میں پیوست ہو جاتا۔ اگر کسی بات پر کوئی خلش پیدا بھی ہوتی تو آگے چل کر بالکل رفع ہو جاتی۔ احیائے سُنّت اور ردِ شرک و بدعت و غلو ان کا خاص موضوع ہوتا۔ یہی دور تھا جس میں احیائے دین کا کام پوری سرگرمی سے شروع ہُوا۔ یہی وہ دور تھا جس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزادؒ نے "تذکرہ" میں تحریر فرمایا۔

> دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور رکونگہ کے حجروں میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ اب اس سلطانِ وقت اور سکندرِ عزم کی بدولت شاہجہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک پہنچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی، وہ اب برسرِ بازار کی جا رہی اور ہو رہی تھیں اور خونِ شہادت کے چھینٹے حرف و حکایات کے نقوش صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے۔[1]

سفرِ حج

شوال ۱۲۳۶ھ (جولائی ۱۸۲۱ء) میں امیر المومنین سید احمدؒ نے حج کا قصد کیا۔ سمندر کے سفر میں مظنۂ ہلاکت کی بنا پر مختلف علماء نے فرضیتِ حج کے سقوط کا فتویٰ دے دیا تھا اور بعض اصحاب تو یہ کہنے لگے تھے کہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کے رُو سے حج کا قصد معاذ اللہ معصیت ہے۔ اس فتنے کے سدِباب کی ایک صورت یہ تھی کہ تحریر و تقریر کے ذریعے سے اس کا رد کیا جاتا۔ سید صاحب، شاہ اسمٰعیلؒ، مولانا عبدالحئیؒ، شاہ عبدالعزیزؒ اور دوسرے علمائے حق نے اس فریضے کی بجا آوری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ایک عملی اقدام سے

---

[1] تذکرہ طبع اول لے البقر ۱۹۵

اس وسیع ملک کی فضا میں ادائے حج کا عام غلغلہ پیدا کر دیا جاتا۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں شوق و رغبت کے دلولے بیدار ہو جاتے۔ حضرت سید احمدؒ صاحب عزم و ہمت تھے۔ انہوں نے مردانہ وار دوسرے راستے میں بھی قدم اٹھا لیا اور کمال یہ کیا کہ حج کے لیے تمام مسلمانانِ ملک کو دعوت عام دے دی کہ کسی کے پاس راستے کا خرچ ہو یا نہ ہو، وہ تیار ہو جائے۔ میں ذمہ لیتا ہوں کہ اس کو حج کرا لاؤں گا۔ گویا فریضت حج ہی کو اصل صورت میں محفوظ نہ کیا بلکہ عملاً سب پہ آشکار کر دیا کہ یہ فرض بہ سہولت ادا ہو سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اُسے خدائی حکم سمجھ کر سچے مسلمان کی طرح بجا لانے کا ارادہ کر لیا جائے۔

چنانچہ سید صاحب ساڑھے سات سو مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ شاہ شہیدان کی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ مکرمہ بھی ساتھ تھیں۔ دس جہاز کرائے پر لیے۔ ہر جہاز کی جماعت کے لیے ایک امیر مقرر فرمایا۔ کلکتہ سے روانہ ہوئے۔ حج و زیارت کے بعد شعبان ۱۲۳۹ہجری اپریل ۱۸۲۴ء میں واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں ایک جہاز کی جماعت کے امیر شاہ اسماعیلؒ تھے۔

دعوتِ جہاد حج سے واپسی کے بعد شاہ شہید اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق ہمہ تن جہاد کی دعوت کے لیے وقف ہو گئے۔ سرسید نے لکھا ہے:

> بموجب ارشاد سید اللہ فیاء یعنی پیر طریق ہدیٰ اس طرح سے تقریر و وعظ کی بنا ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک آپ کی متصل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا و مجلا ہو گیا اور وہ اس طرح سے راہ حق میں سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا۔ سر اس کا راہ حق میں فدا او جان اس کی اعلائے لوا دین محمدی میں صرف ہو۔

ہجرت کم و بیش پونے دو سال اس دعوت میں صرف ہوئے۔ جب جا بجا مجاہدین کی جماعتیں تیار ہو گئیں تو غور و فکر کے بعد علاقہ سرحد سے آغازِ جہاد کا فیصلہ ہوا، جہاں پنجاب کی سکھ حکومت نے یورشیں شروع کی تھیں۔

۷ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ (۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء) کو شاہ شہیدؒ نے امیر المومنین سید احمدؒ کے ساتھ بغرض جہاد راہِ ہجرت میں قدم رکھا۔ اس وقت صرف پانچ چھ سو آدمی ساتھ لیے تھے۔ فیصلہ یہ تھا کہ تجویز کردہ مرکز میں پہنچ کر حالات کے جائزے کے بعد باقی جماعتوں کو بلا لیں گے۔ شاہ شہید اس سفر کے دوران میں عام تنظیمی اور تبلیغی مقاصد کے کفیلِ خاص تھے۔

یہ جماعت رائے بریلی سے بندھیل کھنڈ، گوالیار، ٹونک، اجمیر، صحرائے مارواڑ، عمرکوٹ، حیدرآباد سندھ، شکارپور، کوئٹہ، قندھار، غزنی اور کابل ہوتی ہوئی پشاور پہنچی۔ یہ کم و بیش تین ہزار میل کا سفر تھا اس میں تپتے ہوئے صحرا بھی تھے، جہاں میلوں تک پانی کا نشان نہ ملتا تھا۔ بڑے بڑے دریا بھی تھے، دشوار گزار پہاڑ اور برفستان بھی۔ دس مہینے اس مسافت کو طے کرنے میں صرف ہوئے۔

جہاد ۲۰ جمادی الاول ۱۲۴۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو جہاد بالسیف کا آغاز ہوا۔ اس سلسلے میں شاہ شہید کے مخصوص و ممتاز کارناموں کی اجمالی کیفیت ذیل میں درج ہے۔

۱۔ انہیں کی کوششوں سے اہلِ سرحد نے سید صاحب کے ہاتھ پر امارتِ جہاد کی بیعت کی اور سرحد میں علماء یا اکابر سے جتنی گفتگوئیں ہوئیں، ان میں سے اکثر شاہ شہید ہی نے کیں۔

۲۔ ضلع ہزارہ میں جہاد کی تنظیم انہیں نے فرمائی۔ شنکیاری کی جنگ میں ان کے ساتھ اگرچہ صرف دس گیارہ مجاہد تھے، تاہم غیر معمولی استقامت سے سکھوں کے خاصے بڑے لشکر کو فاش شکست دی۔ اس جنگ میں شاہ شہید کی قبا گولیوں سے چھلنی ہوگئی اور ایک انگلی پر گولی کا زخم لگا۔ بعد میں اس انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری انگشتِ شہادت ہے۔

۳۔ انہیں کی کوششوں سے بیعت اقامتِ شریعت کا انتظام ہوا اور اہلِ سرحد پہلی مرتبہ صحیح شرعی حکومت کی برکات سے متمتع ہوئے۔

۴۔ انہیں کی قیادت میں امب، عشرہ، مردان اور مایار کی جنگوں میں نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ فتح پشاور کے بعد سلطان محمد خاں بارک زئی سے گفت و شنید کے لیے بھی سید صاحب نے انہی کو نامزد فرمایا تھا۔

۵۔ غرض پرستوں کی عناد آرائی کے باعث علاقہ سرحد میں حالات نازک صورت اختیار کر گئے اور سید صاحب نے اس مرکز کو چھوڑ کر دشوار گزار پہاڑی راستوں سے کشمیر کا قصد فرمایا تو شاہ شہید بھی ساتھ تھے۔

۶۔ سفر کشمیر ہی کے سلسلے میں ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (۶ مئی ۱۸۳۱ء) کو بالاکوٹ کی جنگ پیش آئی، جس میں سید صاحب، شاہ شہید اور بیشتر ممتاز مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن ۔۔۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

سیرت کی ایک جھلک

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے۔ شاہ شہید نے امورِ معیشت میں تکلفات کو کبھی پسند نہ فرمایا۔ سید صاحب سے وابستگی کے بعد تو وہ معیشت کے ادنیٰ مدارج ہی میں اس طرح سرخوش تھے، گویا شہنشاہی کے تخت پر بیٹھے ہیں سفر حج میں کلکتہ پہنچے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے وکیل منشی امین الدین احمدؒ ملاقات کے لیے آئے۔ وہ اس زمانے میں کلکتہ کے بہت بڑے رئیس مانے جاتے تھے۔ سید صاحب سے ملنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ شاہ اسمٰعیلؒ کہاں ہیں؟ یہ ایک کشتی سے اتر کر سید صاحب کی کشتی کی طرف آرہے تھے۔ کپڑے میلے ہو چکے تھے۔ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا منشی امین الدین احمدؒ نے سمجھا یہ کوئی اور اسمٰعیل ہوں گے اور کہا۔ میں شاہ اسمٰعیلؒ کو پوچھتا ہوں جو شاہ عبدالعزیزؒ کے بھتیجے ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ شاہ صاحب یہی ہیں تو ان کی سادگی اور بے تکلفی دیکھ کر منشی صاحب بے اختیار آبدیدہ ہو گئے۔

سید صاحب نے سواری کے لیے شاہ صاحب کو گھوڑا دے دیا تھا، لیکن جب کسی کام پر جاتے تو اپنے گھوڑے پر کسی رفیق کو سوار کر دیتے اور خود پیدل چلتے کہ دین کا کام ہے۔ جتنی زیادہ مشقت اٹھائیں گے، زیادہ ثواب ملے گا۔

سید صاحب سے ان کی عقیدت شہرۂ آفاق ہے۔ لوگوں نے اس سلسلے میں بہت سی داستانیں وضع کر رکھی ہیں۔ وہ صحیح ہوں یا نہ ہوں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ شاہ صاحب کو سید صاحب سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ بایں ہمہ یہ عقیدت شاہ صاحب کی حق گوئی پر کبھی اثر انداز نہ ہو سکی۔ ایک موقع پر قلعہ امب کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس میں سید صاحب کی اہلیہ اور دوسری مستورات بھی تھیں۔ سید صاحب نے شاہ صاحب کو لکھا کہ خواتین دوسرے محفوظ مقام پر بھیج دی جائیں تاکہ لڑائی کے وقت مجاہدین کے لیے پریشانی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ شاہ صاحب سمجھتے تھے کہ خواتین کو نکالا گیا تو گرد و پیش کے عوام پر بُرا اثر پڑے گا اور وہ سمجھیں گے کہ خطرہ سر پر آگیا ہے۔ لہٰذا سید صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ اقدام خلافِ مصلحت ہے۔ سید صاحب نے اپنے حکم کا اعادہ کیا تو شاہ صاحب نے صاف صاف لکھ دیا کہ اس حکم کی تعمیل سے مسلمانوں کے مقاصد کو گزند پہنچا تو قیامت کے دن آپ اس کے جواب دہ ہوں گے۔ سید صاحب نے حکم واپس لے لیا۔

مد اگرچہ زیادہ نہ تھی لیکن خدمتِ دین کی راہ میں مسلسل مشقتیں اٹھانے سے جسم نہایت

کمزور ہو گیا تھا۔ آخری دور کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک موقع پر زنبورک اٹھوا کر اس غرض سے بہ اصرار اپنے کندھے پر رکھوائی کہ لوگوں میں روحِ عزیمت بیدار ہو، مگر بوجھ سے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ پہاڑ پر چڑھتے تھے تو چند قدم چلنے سے سانس پھول جاتا تھا۔ اس حالت کے باوجود آخری دم تک کوئی ایسا موقع نہ آیا کہ وہ جنگ یا سفر میں کسی سے پیچھے رہے ہوں یا مقاصد جنگ کے سلسلے میں انہوں نے ضرورت کے وقت دو دو منزلیں ایک ایک دن میں طے نہ کی ہوں۔

سرحد میں مختلف مواقع پر نہایت اہم دینی جنگی اور سیاسی مسائل پیش آئے۔ شاہ صاحب بے تکلف انہیں حل کرتے رہے۔ مشہور ہے کہ ایک موقع پر وہ گھوڑے کو کھریرا کر رہے تھے تو بعض لوگوں نے ان سے چند دینی امور کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کھریرا جاری رکھا اور مستفسرین کو شافی جواب دے دیا۔

سید جعفر علی نقوی نے لکھا ہے کہ بالاکوٹ میں ان کے پیچھے دوگانہ ادا کیا۔ انہوں نے دونوں رکعتوں میں پوری سورت بنی اسرائیل پڑھی اور اس کیف میں پڑھی کہ ابتدائے عمر سے آج تک تمام تر کسی امام کے پیچھے کسی نماز میں وہ لذت نصیب نہ ہوئی۔ یہ نماز عمر بھر نہ بھولے گی۔[1]

فہل من مدکر یہ شاہ اسمٰعیل تھے، جن کی زندگی کا ایک ایک ثانیہ اعلاءِ کلمۃ الحق اور احیاءِ اسلام میں صرف ہوا جنہوں نے دنیا کی ہر مہیا راحت کو بے توقف خدمت دین کیلئے قربان کر دیا اور اپنے اخلاص کے محضر پر خونِ شہادت سے مہر ثبت کی۔ اس ترازو میں ہم اپنے ایمان باللہ اور اپنی حمیت دین کو تولیں تو نتیجہ کیا نکلے گا۔ پھر اس سے بڑھ کر بدبختی اور حرمان نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ سینکڑوں مسند نشینانِ شریعت اور سینکڑوں سجادہ گسترانِ طریقت اس بزرگ مجاہد کو سوا سو برس تک گوناں گوں مطاعن کا ہدف بناتے اور اس کی حُبِ اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام کو بھی محلِ نظر بناتے رہے۔ ہم سب نے ان مطاعن کو اس شوق و لذت سے سنا، گویا یہ حفظِ دین اور پارسائی کا ایک یگانہ کارنامہ تھا۔

اولاد شاہ عبدالقادر نے اپنی نواسی بی بی کلثوم سے شاہ شہید کا نکاح کر دیا تھا۔ صرف ایک بچہ ہوا جس کا نام شاہ محمد عمر تھا۔ اس کی پوری زندگی نیم مجذوبیت کی حالت میں گزری۔

تصانیف شاہ شہید کی متعدد تصانیف ہیں۔ مثلاً:

---

[1] منظورہ صفحہ ۱۱۴۳

۱۔ اصول فقہ میں ایک رسالہ جو چھپ چکا ہے۔
۲۔ منطق میں ایک رسالہ جس کا ذکر سرسید احمد خاں نے کیا ہے۔
۳۔ ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح محققین کا بیان ہے کہ حقیقتِ بدعت میں ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔ افسوس یہ مکمل نہ ہو سکی۔ اُردو ترجمے کے ساتھ دو تین مرتبہ چھپ چکی ہے۔
۴۔ منصبِ امامت۔ یہ بھی نہایت عمدہ کتاب ہے۔ فارسی نسخے اب کمیاب ہیں۔ البتہ اُردو ترجمہ ملتا ہے۔
۵۔ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین۔ اس میں وہ احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن سے رفع یدین کا سُنت ہونا ثابت ہے۔ اُردو ترجمے کے ساتھ کئی مرتبہ چھپ چکی ہے اور اب حال ہی میں اس کا عربی ایڈیشن معہ تحشیہ و تذییل مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے ادارۂ اشاعۃ السنۃ نے نہایت عمدگی سے شائع کیا ہے[۱]۔
۶۔ صراطِ مستقیم۔ اس کتاب کے چار باب ہیں، جن میں سے صرف پہلا باب شاہ شہید کا لکھا ہوا ہے۔ مضامین سید صاحب کے ہیں۔ صرف عبارت اور اسلوب بیان شاہ صاحب کا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ فارسی صرف ایک مرتبہ چھپی اور بہت کمیاب ہے[۲]۔
۷۔ تقویۃ الایمان۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔
۸۔ یک روزی۔ مختصر سا رسالہ ہے، جس میں تقویۃ الایمان پر مولوی فضل حق خیر آبادی کے بعض اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ شاہ صاحب نماز کے لیے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں انہیں مولوی فضل حق کا رسالہ ملا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی جواب لکھنے بیٹھ گئے اور ایک نشست میں اسے پورا کر دیا۔ اسی وجہ سے یک روزی نام پایا۔
۹۔ مکاتیب۔ ان کا بہت بڑا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض ان کے نام سے مشہور ہوئے اکثر انہوں نے سید صاحب کے ایما پر لکھے۔
۱۰۔ منظومات۔ ان کی کیفیت یہ ہے۔

---

[۱] المکتبۃ السلفیہ نے مترجم بھی شائع کر دی ہے۔ [۲] اب اس کو الحمدللہ المکتبۃ السلفیہ شائع کر دیا ہے۔

(ا) ایک فارسی قصیدہ نعت میں۔

(ب) ایک فارسی قصیدہ سید صاحب کی مدح میں۔

(ج) ایک فارسی مثنوی موسوم بہ سلکِ نور۔ توحید کے مضمون پر۔

(د) ایک اُردو مثنوی موسوم بہ سلکِ نور۔ توحید ہی کے مضمون پر۔

(ہ) ایک مثنوی بہ زبان فارسی ایک حدیث کی شرح میں۔

تقویۃ الایمان کی سرگزشت

تقویۃ الایمان جس کے نئے ایڈیشن کے تعارف میں یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں پہلی مرتبہ ۱۲۴۳ھ (۲۷-۱۸۲۶ء) میں چھپی تھی جب شاہ شہید امیر المومنین سید احمد بریلویؒ اور جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کر کے جا چکے تھے اور ہندوستان کی آزادی و تطہیر کے لیے جہاد بالسیف کا آغاز ہو رہا تھا، اب ۱۳۷۹ھ (۱۹۶۰ء) ہے۔ گزشتہ ایک سو اڑتیس برس کی مدت دراز میں خدا ہی بہتر جانتا ہے، یہ کتاب کتنی مرتبہ طبع ہوئی۔ سرسری اندازہ ہے کہ چالیس پچاس لاکھ سے کم نہ چھپی ہوگی۔ کروڑوں آدمیوں نے اسے پڑھا اور ہدایت کی روشنی حاصل کی۔ یہ ایسا شرف ہے، جو تقویۃ الایمان کے سوا اُردو کی کسی دُوسری کتاب کو شاید ہی نصیب ہُوا ہو۔

اس کے خلاف غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے جو ہنگامے بپا ہوئے اور برپا کیے گئے وہ بھی غالباً کسی دُوسری کتاب کو پیش نہ آئے۔ آج تقویۃ الایمان کی سرگزشت پر نظر بازگشت ڈالی جائے تو چشم تصور کے سامنے ایک عجیب منظر آتا ہے۔ گویا ایک سمندر ہے جس پر طوفان کا بحران طاری ہے۔ اس کی سطح موجوں کے جوش، ہیجان، ٹکراؤ اور کشاکش سے عرصۂ محشر کا نمونہ بن رہی ہے۔ بڑے بڑے جہازوں کے ناخداؤں پر ہراس کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور وہ لنگر ڈال کر دامن ساحل کو مضبوطی سے تھامے کھڑے ہیں۔ صرف ایک صاحبِ عزم ملاح اپنے کمزور و نازک سفینے کے بادبان کھولے ہوئے مصروفِ سفر ہے۔ طوفان کی ہلاکت خیزیاں اور موجوں کی ہیبت انگیزیاں اس کی جبینِ یقین و ہمت پر اضطراب کی شکن پیدا نہیں کر سکیں۔ جو مصلحتیں اپنی دل رُبائیوں اور معذرت آرائیوں کے جال دُوسروں کے سامنے بچھا کر انہیں پابندِ ساحل بنا چکی تھیں، وہ اس ملاح کی دامن کشی و عناں گیری میں بھی پُوری قوت سے سرگرم رہیں، لیکن سُلطان فرض کے حکم کی بجاآوری میں اس نے ہر مصلحت کو ٹھکرا دیا۔ وہ بڑھتا گیا

بڑھتا گیا اور اپنی بے مثال عزیمت سے ہر مخالف قوت کو ناکام اور ہر معاندانہ اقدام کو نامراد بنا دیا۔ وہ اس مقام پر جا پہنچا جو صرف بزرگان عزیمت ہی کے حصے میں آتا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا　　　ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

یہ نقشہ سامنے رکھ لینے سے تقویۃ الایمان کی سرگزشت کا دھندلا سا خاکہ پیش نظر آسکتا ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل یہاں ممکن نہیں۔

کتاب کے ممتاز خصائص

تقویۃ الایمان کا موضوع توحید ہے جو دین کی بنیاد و اساس ہے۔ اس موضوع پر خدا جانے۔ اب تک کتنی کتابیں اور رسالے لکھے جا چکے ہیں۔ شاہ شہید کا انداز بحث اور طرز استدلال سب سے نرالا ہے اور سراسر مصلحانہ۔ علمائے حق کی طرح انہوں نے صرف کتاب و سنت کو مدار بنایا ہے۔ آیات و احادیث پیش کرکے وہ نہایت سادہ اور سلیس انداز میں ان کی تشریح فرما دیتے ہیں اور توحید کو نقصان پہنچانے والی جتنی غیر مشروع رسمیں معاشرے میں مروج تھیں، ان کی حقیقی حیثیت دل نشین طریق پر آشکارا کر دیتے ہیں۔ انہوں نے عقیدہ و عمل کی ان تمام خوفناک غلطیوں کو جو اسلام کی تعلیم توحید کے خلاف تھیں مختلف عنوانوں کے ماتحت جمع کر دیا۔ مثلاً شرک فی العلم، شرک فی التصرف، شرک فی العادت، شرک فی العبادت۔ اس طرح تقویۃ الایمان توحید کے موضوع پر ایک جامع اور یگانہ کتاب بن گئی۔ علاوہ بریں۔

۱۔ یہ کتاب شاہ شہید کے زمانے کی علمی، عملی اور ثقافتی حالت کا ایک نہایت عجیب مرقع ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ آج سے سوا سو سال پیشتر اس وسیع ملک کے مسلمان کن کن اعتقادی، عملی اور اخلاقی امراض میں مبتلا تھے تو تقویۃ الایمان اس کے لیے مستند معلومات کا ایک نہایت اچھا ذخیرہ ہوگی۔

۲۔ شاہ شہید نے محض توحید کی نظری تشریح اور اس کے لیے دعوت ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ ایسا رنگ اختیار کیا کہ پڑھنے والا اس معاشرے اور ماحول میں جا پہنچتا ہے، جس میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اس طرح دعوت کی تاثیر و نفوذ میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

۳۔ اگرچہ یہ کتاب نہایت اہم موضوع پر ہے لیکن شاہ شہید نے طریق استدلال ایسا اختیار کیا ہے کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی اور متبحر عالم اپنے اپنے ذہنی مدارج کے مطابق اس سے یکساں مستفید ہو سکتے ہیں اور مستفید ہوتے رہے۔

۴ اگرچہ یہ اس زمانے میں لکھی گئی تھی جب اُردو نثر بالکل ابتدائی دور میں تھی، لیکن شاہ صاحب کی عبارت ایسی سادہ، سلیس، شگفتہ اور دلکش ہے کہ چند مخصوص الفاظ و محاورات چھوڑ کر آج بھی ایسی دلکش کتاب لکھنا سہل نہیں۔ یقین ہے کہ اُردو زبان نشو و ارتقاء کے مزید مدارج طے کرنے کے بعد بھی تقویۃ الایمان کو بلحاظ اسلوب اپنا ایک گراں بہا سرمایہ تصور کرے گی۔

اعتنا اور عدمِ اعتنا کے متضاد مناظر

یہ امر حد درجہ تعجب انگیز ہے کہ تقویۃ الایمان اپنے گوناگوں محاسن کے باوجود عقیدت مندوں کے دائرے میں بھی بیک وقت اعتنا اور عدمِ اعتنا کے متضاد مناظر کا مرجع بنی رہی۔ اس کی طباعت و اشاعت سے اعتنا کا یہ حال کہ اُردو کی کوئی دوسری کتاب اس کی برابری کا دم نہیں مار سکتی۔ بہت سے اشخاص و ادارات کا دستورِ حیات ہی یہ رہا کہ ہر سال اس کے ہزاروں نسخے چھاپتے اور مفت یا تقریباً مفت تقسیم کر دیتے لیکن عدمِ اعتنا کی یہ کیفیت کہ نہ کتاب کے متن کی تصحیح و تنقیح پر کوئی قابلِ ذکر توجہ کی گئی۔ نہ زمانے کے مذاقِ مطالعہ میں ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس کی تبویب و تہذیب کا کوئی سروسامان کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے، عقیدت مندوں نے بھی اسے زیادہ سے زیادہ "تبرک" کا درجہ دے دیا تھا اور اس متاعِ عزیز سے مخصوص ربط و ضبط کا تقاضا صرف یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ جس صورت میں آئی، اسی صورت میں آئندہ نسلوں کے حوالے کر دی جائے۔ راقم الحروف کے علم کے مطابق تصحیحِ متن اور تبویبِ مطالب کی صرف دو کوششیں مختلف اوقات میں ہوئیں، لیکن وہ بھی اُدھوری رہ گئیں۔

ضروری کام

اس سلسلے میں کئی ضروری کام تھے، جو تصنیف و تالیف کا سُلجھا ہوا مذاق رکھنے والے اصحاب کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکتے تھے۔ تقویۃ الایمان کے مطالعے سے بیک نظر واضح ہو سکتا ہے کہ شاہ شہید نے اپنی دوسری تصانیف کی طرح اسے بھی قلم برداشتہ لکھ ڈالا تھا۔ اس سرزمین میں احیائے اسلامیت کے جن عظیم القدر مقاصد کی خاطر وہ اپنی حیاتِ عزیز کے بیش بہا اوقات وقف فرما چکے تھے، ان میں غیر معمولی اشتغال و انہماک کے باعث غالباً تقویۃ الایمان کے مسودے پر نظرِ ثانی کی بھی مہلت نہ مل سکی۔ کتاب کے سلسلے میں جو ضروری کام شاہ شہید خود انجام نہ دے سکے تھے، عقیدت مندوں کا فرض تھا کہ انہیں خود پورا کرتے۔ مثلاً:

۱۔ کتاب میں جا بجا ذیلی عنوانات لگائے جاتے تاکہ اس کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ سہل اور

نفع بخش بن جاتا

۲۔ شاہ شہید نے حسب ضرورت احادیث کی عبارات نقل کر دی ہیں۔ ضروری تھا کہ حواشی میں احادیث کی تخریج کی جاتی اور مطبوعہ کتابوں کے حوالے دیے جاتے۔

۳۔ شاہ شہید نے اپنے گرد و پیش جن غیر شرعی مراسم و مشاغل کا ہجوم دیکھا ان کا ذکر اجمالاً کر دیا۔ بعد کے زمانے میں وہ مراسم آہستہ آہستہ ناپید ہوتے گئے۔ ضروری تھا کہ ان کی کیفیت اختصاراً بیان کر دی جاتی تاکہ پڑھنے والوں پر ان کا غیر مشروع ہونا مخفی نہ رہتا اور وہ اس نوع کی دوسری رسموں سے احتراز کرتے، جن کی ہیئت ہر دائرے میں مختلف تھی۔

۴۔ شاہ شہید کے زمانے میں طریق املا دوسرا تھا، خصوصاً علامات اوقاف کے استعمال کا کوئی دستور نہ تھا۔ بعد میں طریق املا مدریجاً اصلاح پاتا رہا۔ ضروری تھا کہ پرانا طریق املا چھوڑ کر نیا طریق اختیار کیا جاتا اور جا بجا اوقاف لگا دیے جاتے تاکہ عبارت تیسیر الفہم بن جاتی اور کتاب کی افادی حیثیت بڑھ جاتی۔

۵۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، تقویۃ الایمان اپنی سادگی و سلاست اور عبارت کی پختگی و دل نشینی کے اعتبار سے آج بھی ایک نادر کتاب ہے۔ تاہم اس کے بعض الفاظ و فقرات کا مطلب زیادہ واضح نہ تھا، ان کی تشریح ضروری تھی۔

افسوس! ان میں سے کوئی بھی کام نہ ہو سکا۔ بعض اصحاب نے اس طرف توجہ فرمائی تو وہ ان کاموں کو بقدر ضرورت پورا نہ کر سکے۔ انہیں مقاصد کی تکمیل کے لیے تقویۃ الایمان کی تبویب اور تخریج کی گئی۔

موجودہ دور

آج اس کتاب سے استفادے کا دائرہ نظر بظاہر بہت وسیع ہو گیا ہے آج شاہ شہید عرف عام کے مطابق "وہابیت" نہیں بلکہ احیائے اسلامیت کے علم بردار مانے جاتے ہیں، جنہوں نے اس وقت پاک و ہند کی وسیع سرزمین پر صحیح اسلامی حکومت کے قیام کے لیے علم جہاد بلند کیا جب مسلمانوں کی ہزار سالہ حکمرانی کے تمام نقوش مٹ رہے تھے۔ اس دور میں یہاں تطہیر و آزادی کا چراغ جلایا۔ جب ہر طرف بے چارگی اور مایوسی کی ظلمت چھائی ہوئی تھی اس حالت میں مسلمانوں کو عزم و ہمت کی راہ دکھائی، جب ان کی شان فاتحیت پر نزع و احتضار کی کیفیت طاری تھی۔ آج ان کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ دین کی خدمت اور ملت کی صحیح تعلیم و تربیت کا ایک نہایت

موثر نہ ہو سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا تقویۃ الایمان کو زیادہ سے زیادہ جاذب اور شایانِ مطالعہ عام بنانا ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شاہ شہید نے سوا سو سال پیشتر جو کچھ فرمایا تھا۔ اس کی اہمیت و برتری کا ٹھیک ٹھیک اندازہ جس طرح موجودہ دور کر سکتا ہے پیشتر کے ادوار نہ کر سکتے تھے۔

تقویۃ الایمان کی ترتیب

شاہ شہید نے تقویۃ الایمان کی ترتیب سے پیشتر توحید کے اثبات اور شرک و بدعات کی تردید کے لیے آیات و احادیث جمع کی تھیں اور اس مجموعے کا نام "ردّ الاشراک" رکھا تھا۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے ان احادیث کی تخریج کی اور مجموعے کو الادراک لتخریج احادیث ردّ الاشراک کے نام سے شائع کر دیا۔ شاہ شہید نے اس مجموعے کے صرف ابتدائی حصے کو اُردو کا جامہ پہنایا اور یہی تقویۃ الایمان ہے۔ بقیہ حصے کو مولوی سلطان محمد مرحوم نے تذکیر الاخوان کے نام سے اُردو میں شائع کیا۔

یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ تقویۃ الایمان کس زمانے میں لکھی گئی۔ اس میں ایک مقام پر کعبۂ مقدسہ کے صحن کا منظر پیش کیا گیا ہے جس سے دل پر اثر پڑتا ہے کہ یہ منظر چشم دید ہے۔ لہٰذا سمجھا جا سکتا ہے کہ کتاب سفرِ حج سے واپس آ کر لکھی گئی۔ ملا صاحب بغدادی نے بعض اصحاب کی انگیخت سے تقویۃ الایمان پر کچھ اعتراضات کیے تھے شاہ شہید نے اس کے جواب میں ایک خط کان پور سے لکھا تھا جس پر ۱۲۴۰ھ درج ہے۔ اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب سفرِ حج سے مراجعت اور ۱۲۴۰ھ کے اوائل میں لکھی گئی۔ اس زمانے میں شاہ شہید ہمہ تن دعوتِ تنظیم و جہاد کے لیے وقف ہو چکے تھے اور ۷ جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ کو وہ جہاد کے لیے روانہ ہو گئے۔

ملا صاحب بغدادی نے تو شاہ شہید کا مکتوب پڑھ کر اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ علمائے دہلی میں سے جس شخص نے شاہ شہید کی مخالفت میں زیادہ نمایاں حیثیت حاصل کی، وہ مولانا فضل حق خیر آبادی ہیں جن کے متعلق اب عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ علم و فضل میں بلند مرتبہ ہونے کے باوجود ان کے اعتقادی نظریے عوامی تھے۔ انہوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے امکان و امتناع کا مسئلہ چھیڑ دیا اور قدرت و مشیت کا فرق پیش نظر نہ رکھا۔ شاہ شہید نے رسالہ یک روزی میں ان تمام اعتراضات کو بے بنیاد ثابت کر دیا۔ یہ بحثیں تفصیلاً یہاں درج نہیں کی جا سکتیں۔

تقویۃ الایمان کے مختلف نسخے

کتاب کی از سرِ نو ترتیب و تہذیب کے سلسلے میں سب

سے پہلا کام یہ تھا کہ ایسے نسخے فراہم کیے جاتے، جن پر بظاہر زیادہ اعتماد کی گنجائش تھی جو نسخے پیش نظر رہے ان کی کیفیت یہ ہے۔

۱۔ قلمی نسخہ مکتوبہ ذیقعدہ ۱۲۵۲ھ (۱۳ فروری ۱۸۳۷ء) کل ۱۰۲ صفحات، فی صفحہ ۱۴ سطر، فی سطر ۱۲ الفاظ۔ راقم الحروف کے علم میں یہ سب سے پرانا مخطوطہ ہے۔ بعض اوراق قدرے کرم خوردہ ہیں۔ ابتدائی آٹھ صفحے غائب ہیں۔

۲۔ قلمی نسخہ صفحات ۲۳۴ فی صفحہ ۸ سطر، فی سطر ۱۴ الفاظ، کتابت عمدہ، کاغذ اچھا تاریخ کتابت درج نہیں۔

یہ دونوں نسخے خلیل الرحمن صاحب داؤدی نے مرحمت فرمائے۔

۳۔ تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع دارالعلوم دہلی ۱۳۴۸ھ کل ۱۴۹ صفحات۔ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کونسا ایڈیشن ہے۔ ہمیں اب تک اس سے پیشتر کا مطبوعہ نسخہ نہیں مل سکا۔

۴۔ نستعلیق ٹائپ کا نسخہ، یہ مولانا محمد حسن صاحبؒ کی تصحیح، مولوی عبداللطیفؒ اور مولوی کاملؒ کے اہتمام، منشی غلام مولاؒ اور منشی واجدؒ صاحب کی کارپردازی میں مطبع محسنی کلکتہ میں طبع ہوا تھا۔ تاریخ اتمام طباعت ۱۲۶۸ھ ہے۔ اس میں متن کی تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا تھا عبارت کے مقابلے سے معلوم ہوا کہ مصحح نے کچھ عبارتیں بدل دی ہیں۔

ان کے علاوہ مختلف ایڈیشن پیش نظر رہے، جن سے بطور خاص قابل ذکر جمعیت دعوت و تبلیغ کا شائع کردہ ایڈیشن ہے، جو مولانا محی الدین احمد قصوریؒ نے مرتب فرمایا تھا۔

اصول ترتیب

کتاب کی از سر نو ترتیب و تہذیب کے اصول و حدود کے متعلق ان اصحاب علم و فضل سے مفصل گفتگوئیں ہوئیں، جو اس بارے میں رائے دینے کے اہل تھے بعض کا خیال تھا کہ غیر متداول الفاظ و محاورات بدل دیئے جائیں اور بعض پیچیدہ عبارتوں میں اتنی ترمیم ضرور کر دی جائے کہ ان کا مفہوم عہد حاضر کی کتابوں کے مطالعے کی عادی طبیعتوں پر بے تکلف واضح ہو جائے۔ اس قسم کی جزوی ترمیمیں پہلے بھی ہو چکی تھیں، لیکن عمیق غور و فکر کے بعد یہی مناسب معلوم ہوا کہ کسی حیثیت میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور متن کو انتہائی تحقیق و کاوش سے درست کر کے بجنسہٖ چھاپ دیا جائے۔ صرف اتنا کیا کہ شاہ شہید کے عہد کا طریق املا چھوڑ کر مروجہ طریق اختیار کر لیا۔ مثلاً

۱۔ شاہ شہید کے زمانے میں بعض الفاظ ملا کر لکھنے کا دستور تھا۔ مثلاً "ملکر" "ہمکو"۔ پیش نظر کتاب میں ہر لفظ الگ الگ لکھا گیا ہے۔

۲۔ شاہ شہید کے زمانے میں "ہو" اور "جائے" کو "ہووے" اور "جاوے" لکھتے تھے پیش نظر کتاب میں موجودہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

۳۔ پوری کتاب میں جا بجا اوقات لگا دیئے ہیں تاکہ فقرے اور جملے ممتاز رہیں۔ اس سلسلے میں بعض مقامات سے "اور" یا اس قسم کے دوسرے الفاظ حذف کر دیئے، جو در اصل الٹی واؤ کا نام اور وقفے (ڈیش) کا بدل تھے۔

ہمارے نزدیک ان میں سے کسی بھی چیز کو متن میں تبدیلی قرار نہیں دیا جا سکتا اور یہ صرف طریقِ املا کا اختلاف ہے۔

۴۔ جن الفاظ یا فقرات کا مفہوم توضیح طلب تھا۔ ان کی توضیح حاشیے میں کر دی گئی ہے۔ یا متن میں قوسین کے اندر ایک لفظ یا چند الفاظ بڑھا دیئے گئے۔

۵۔ جو احادیث متن میں جزواً نقل ہوئی تھیں، انہیں حاشیے میں کاملاً درج کر لیا۔

۶۔ شاہ شہید نے بعض آیات کے ترجمے میں صرف مطالب قرآنی اور اپنا مقصد پیش نظر رکھا۔ ایسی آیات کے لفظی ترجمے کے سلسلے میں شاہ عبدالقادر محدث کا ترجمہ درج کر دیا۔

آخری گذارش

اپنی ناچیز بساط کے مطابق انتہائی کوشش کی کہ کتاب کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ سہل اور جاذبِ انظار و قلوب بن جائے۔ اگر اس سلسلے میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی تو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل لایزال کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں فروگذاشت ہوئی تو اسے اپنے فکر و نظر کی لغزش تصور کرتے ہوئے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ شاہ شہیدؒ کے اس اہم دینی کارنامے سے استفادے کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو اور مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔

غلام رسول مہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حمد و صلوٰۃ الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تُو نے ہزاروں نعمتیں دیں۔ اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا۔ انؐ کی اور انؐ کے نائبوں کی ــ کہ جو انؐ کی راہ بتلاتے ہیں اور ان کے طریقے پر چلاتے ہیں ــ محبت دی۔ سو اے پروردگار ہمارے! تو اپنے حبیب پر، ان کے آلؐ اصحابؓ پر اور ان کے سب نائبوں پر ہزار ہزار درود اور سلام بھیج ــ ان کی پیروی کرنے والوں پر رحمت کر اور ہم کو ان میں شریک کر۔ ہم کو انھیں کی راہ پر جیتے اور مرتے قائم رکھ اور انہیںؐ کے تابعوں میں گن رکھ۔ آمین، رب العٰلمین!

بندہ اور بندگی اما بعد سُنا چاہیئے کہ آدمی سارے اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کام بندگی ہے۔ جو بندہ کہ بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں۔ اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ جس کے ایمان میں کچھ خلل ہے، اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے۔ سو ہر آدمی کو چاہیے کہ ایمان کے درست کرنے میں بڑی کوشش کرے اور اسکے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے

زمانے کی حالت اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کوئی پہلوں کی رسموں کو سند پکڑتے ہیں۔ کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں۔ کوئی مولویوں کی باتوں کو، جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں، سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں۔

سب سے بہتر راہ ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے کلام کو اصل رکھیئے۔ اس کی سند پکڑ لیے۔ اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے۔ جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو، سو قبول کیجیئے، جو نہ موافق ہو، اس کی سند نہ پکڑیئے جو رسم اس کے موافق نہ ہو۔ اس کو چھوڑ دیجئے۔

دین کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ:-

اللہ اور رسولؐ کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کو بڑا علم چاہیئے۔ ہم کو وہ طاقت

کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں، اُس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے۔ ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں۔ بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں جن پر چلے جاتے ہیں۔

سو یہ بات بہت غلط ہے۔ اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف و صریح ہیں۔ ان کا سمجھنا مشکل نہیں چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○	اور بیشک اتاریں ہم نے طرف تیرے باتیں کھلی اور منکر ان سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا نفس پر مشکل ہے۔ اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری کسی کی بری لگتی ہے۔ سو اس لیے جو لوگ بے حکم ہیں وہ ان سے انکار رکھتے ہیں۔

رسول کیوں آئے اللہ اور رسولؐ کا کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو، جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○	وہ اللہ ایسا ہے جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اسکی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں اور بیشک تھے وہ پہلے گمراہی صریح میں۔

یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ اس نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک۔ جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند بنایا۔ راہ بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ پر چلایا۔ سو جو کوئی یہ آیت سُن کر پھر یوں کہنے لگے پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی نہیں چل سکتا، سو اس نے اس آیت کا انکار کیا اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی، بلکہ یوں کہا چاہیئے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں اور گمراہ لوگ ان کی راہ پر چل کر بزرگ بن جاتے ہیں۔

حکیم اور بیمار کی مثال اس بات کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک بڑا حکیم ہو اور ایک بہت بیمار۔ پھر کوئی شخص اس بیمار سے کہے کہ فلانے حکیم کے پاس جا اور اس کا علاج کر۔ اور وہ بیمار یہ جواب دے کہ اس کے پاس

لہ قرآن مجید میں بہتیری آیات اس مضمون کی وضاحت کے لیے آئی ہیں مثلاً ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (ترجمہ) اور ہم نے آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سمجھنے والا (پ ۲۷ ع ۸)

جانا اور اس کا علاج کرانا بڑے تندرستوں کا کام ہے۔ یہ مجھ سے کیونکر ہو سکے کہ میں سخت بیمار ہوں۔ سو وہ بیمار بڑا احمق ہے اور اس حکیم کی حکمت کا انکار کرتا ہے۔ اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں ہی کے علاج کے واسطے ہے۔ جو تندرستوں ہی کا علاج کرے، انہیں کو اس کی دوا سے فائدہ ہو اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو تو وہ حکیم کاہے کا؟

غرض جو کوئی بہت جاہل ہے، اس کو اللہ اور رسول کا کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہیئے اور جو بہت گنہگار ہو اس کو اللہ و رسول کی راہ چلنے میں زیادہ کوشش چاہیئے۔ سو ہر خاص و عام کو چاہیئے کہ اللہ اور رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں۔ اسی کو سمجھیں، اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنا ایمان کو ٹھیک کریں

توحید و رسالت سُنا چاہیئے کہ ایمان کے دو جزو ہیں۔ خُدا کو خُدا جاننا اور رسُول کو رسُول۔ خدا کو خدا سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسُول کو رسُول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے۔ اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف شرک۔ دوسری بات کو اتباعِ سُنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت۔

سو ہر کسی کو چاہیئے کہ توحید اور اتباعِ سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں چاہیئے کہ جو کوئی توحید اتباع سنت میں بڑا کامل ہو۔ شرک و بدعت سے بہت دور ہو اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو اُسی کو اپنا پیر اور اُستاد سمجھے۔

رسالہ تقویۃ الایمان اس لیے کئی آیتیں اور حدیثیں کہ جن میں بیان توحید کا اتباع سُنت کا اور برائی شرک و بدعت کی اس رسالہ میں جمع کیں اور ان آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ اور ان کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی سلیس میں کر دیا تاکہ عوام اور خواص اس سے فائدہ برابر لیں جن کو اللہ توفیق دے وہ سیدھی راہ پر ہو جائیں اور بتلانے والے کو وسیلہ نجات کا ہووے۔ آمین یا رب العلمین۔ اس رسالہ کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے۔ پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی اور دوسرے باب میں اتباع سُنت کا اور برائی بدعت کی۔

پہلا باب

توحید و شرک

عوام کی بے خبری اول سُنا چاہیئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے۔ ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔ سو اول معنی شرک و توحید کے سمجھا چاہیئے تاکہ برائی اور بھلائی ان کی قرآن و حدیث سے معلوم ہو۔

شرک کے کام سو سُنا چاہیئے اکثر لوگ پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو، پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں۔ ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ ان کی منتیں مانتے ہیں۔ حاجت برآنے کے لیے ان کی نذر نیاز کرتے ہیں۔ بلا کے ٹالنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین۔ ان کے جینے کے لیے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے۔ کوئی مشکل کے وقت دہائی دیتا ہے۔ کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے۔ غرض جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں، وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء سے، اماموں اور شہیدوں سے، فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کئے جاتے ہیں سُبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعویٰ۔ سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یوسف میں:۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ○ ۱۲-۱۰۶

اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں [1]

دعویٰ ایمان کا کام شرک کے یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں کو کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو سو یہ

---

[1] شاہ شہیدؒ نے اردو میں آیت کا مفہوم پیش کر دیا۔ اس کا ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ نے یوں کیا ہے:
"اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں"

دونوں راہیں کیوں ملائے دیتے ہو؟ اس کو جواب دیتے ہیں کہ :-

"ہم تو شرک نہیں کرتے۔ بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء اور اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک جب ہوتا کہ ہم ان اولیاء انبیاء کو، پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کا مخلوق۔ یہ قدرت تصرف کی اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ انکا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے۔ ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے وہ لوگ اسکے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں۔ اسکی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل۔ ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے اور انکے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جتنا ہم انکو مانتے ہیں اتنا اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں۔"

اس طرح کی خرافات بکتے ہیں۔

قرآن کا فیصلہ ان سب باتوں کا سبب یہ ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا۔ جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط رسموں کی سند پکڑی۔ اللہ اور رسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے۔ اللہ صاحب نے ان کی ایک نہ مانی، ان پر غصہ کیا اور ان کو جھوٹا بتایا چنانچہ سورہ یونس میں اللہ صاحب فرماتے ہیں

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝	اور پوجتے ہیں ورے اللہ کے ایسی چیزوں کو کہ نہ کچھ فائدہ دیں ان کو، نہ کچھ نقصان اور کہتے ہیں یہ لوگ سفارشی ہیں اللہ کے پاس۔ کہہ: کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں؟ سو وہ نرالا ہے ان سب سے جن کو یہ شریک بناتے ہیں۔"

اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں یعنی جن کو لوگ پکارتے ہیں ان کو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی۔ نہ فائدہ پہنچانے کی، نہ نقصان کرنے کی۔ اور جو کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس سو یہ بات اللہ نے تو نہیں بتائی۔ پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبردار ہو؟ سو اس کو بتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اس کو مانیے اور اس کو پکاریے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے۔ بلکہ انبیاء اور اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے۔ ان کے پکارنے نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر

پوجے سو وہ بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اللہ صاحب نے سورہ زمر میں فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ○ ۳۹/۳

اور جو لوگ کہ ٹھہراتے ہیں ورے اللہ کے اور حمایتی کہتے ہیں کہ ہم جو پوجتے ہیں ان کو سو اسی لیے کہ نزدیک کر دیں ہم کو اللہ کی طرف مرتبہ میں۔ بیشک اللہ حکم کرے گا ان میں اس چیز میں کہ اس میں اختلاف ڈالتے ہیں بے شک اللہ راہ نہیں دیتا جھوٹے ناشکر کو۔

اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں یعنی جو بات سچی تھی کہ اللہ بندے کی طرف سب سے زیادہ نزدیک ہے، سو اس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کہ اوروں کو حمایتی ٹھہرایا اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی کہ وہ محض اپنے فضل سے بغیر واسطے کسی کے سب مرادیں پوری کرتا ہے اور سب بلائیں ٹال دیتا ہے، سو اس کا حق نہ پہچانا اور اس کا شکر نہ ادا کیا بلکہ یہ بات اوروں سے چاہنے لگے۔ پھر اس اُلٹی راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں سو اللہ ہرگز ان کو راہ نہ دے گا اور اس راہ سے ہرگز اس کی نزدیکی نہ پائیں گے بلکہ جُوں جُوں اس راہ میں چلیں گے وہ اس سے دور ہوتے جائیں گے۔

اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو یہی جان کر کہ اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے، سو وہ بھی مشرک ہے۔ اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکر۔

اور اللہ صاحب نے سورۂ مؤمنون میں فرمایا ہے۔

قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○ ۲۳/۸۸، ۸۹

کہہ: کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کر سکتا جو تم جانتے ہو؟ سو وہ بھی کہہ دیں گے کہ اللہ ہے۔ کہہ پھر کہاں سے خبطی ہو جاتے ہو؟

یعنی جب کافروں سے بھی پوچھیے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا ہے؟ کہ اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبرِ خدا ﷺ کے وقت میں بھی کافر اپنے بتوں

کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے۔ مگر یہی پکارنا، منتیں ماننی، نذر نیاز کرنی، ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔

شرک کی حقیقت سو سمجھا چاہیئے، شرک اسی پہ موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے مقابل جانے بلکہ شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشانِ بندگی کے ٹھہرائے ہیں، وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا، اس کے نام کا جانور کرنا اس کی منت ماننی، مشکل کے وقت پکارنا، ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی، سو ان باتوں سے شرک ثابت ہوجاتا ہے۔ گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اُسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ۔ اس بات میں اولیاء اور انبیاء، جن اور شیطان میں، بھوت اور پری میں کچھ فرق نہیں۔ یعنی جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا وہ شرک ہوجائے گا۔ خواہ انبیاء و اولیاء سے، خواہ پیروں اور شہیدوں سے، خواہ بھوت اور پری سے۔ چنانچہ اللہ صاحب نے جیسا بُت پوجنے والوں پر غصہ کیا ہے ویسا ہی یہود و نصاریٰ پر، حالانکہ وہ اولیاء اور انبیاء سے یہ معاملہ کرتے تھے۔ چنانچہ سورۃ برأت میں فرمایا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ ﴿۳۱﴾	ٹھہرایا انہوں نے مولویوں کو اور درویشوں کو مالک اپنا سوائے اللہ سے اور مسیح بیٹے مریم کو اور حالانکہ ان کو تو یہی حکم ہوا تھا کہ بندگی کریں مالک ایک کی نہیں کوئی مالک سوائے اس کے، سو وہ نرالا ہے ان کے شریک بنانے سے۔

یعنی اللہ کو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے اور مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو۔ سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ وہ نرالا ہے۔ اُس کا شریک کوئی نہیں ہوسکتا۔ نہ چھوٹا، نہ بڑا بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہیں، عجز میں برابر۔ چنانچہ سورۃ مریم میں فرمایا ہے۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ	جتنے لوگ ہیں آسمان زمین میں سو آنے والے ہیں رحمٰن کے

اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (۹۳، ۹۵)

سامنے بندے ہو کر۔ وہ رب بے شک قابو میں کر رکھا ہے ان کو اور گن رکھا ہے ان کو ایک ایک اور کوئی ان میں آنے والا ہے اس کے سامنے قیامت کے دن اکیلا اکیلا

یعنی کوئی فرشتہ اور آدمی غلام سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا۔ اس کے قبضے میں عاجز ہے کچھ مقدور نہیں اس کا۔ وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے۔ کسی کو کسی کے قابو میں نہیں دیتا۔ ہر کوئی اپنے معاملے میں اس کے روبرو اکیلا حاضر ہونے والا ہے۔ کوئی کسی کا وکیل اور حمایتی نہیں بننے والا۔

ان مضمونوں کی آیتیں قرآن میں اور بھی سینکڑوں ہیں۔ جس نے ان دو چار آیتوں کے بھی معنی سمجھ لیے وہ بھی شرک و توحید کے مضمون سے خبردار ہو گیا۔

دوسرا باب

شرک کی قسمیں

اب یہ بات تحقیق کی چاہیئے کہ اللہ صاحب نے کون کونسی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں کہ ان میں کسی کو شریک نہ کیا چاہیے۔ سو وہ باتیں بہت ساری ہیں مگر کئی باتوں کا ذکر کر دینا اور ان کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا ضرور ہے تا اور باقی باتیں ان سے لوگ سمجھ لیں۔

١۔ علم میں شرک سو اول بات یہ ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر برابر ہر وقت رکھنی، دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں۔ آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں۔ یہ اللہ ہی کی شان ہے اور[1] کسی کی یہ شان نہیں۔ سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے، دور و نزدیک سے پکارا کرے، بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے۔ اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں، جیسے بیماری اور تندرستی، کشائش اور تنگی، مرنا اور جینا، غم اور خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے۔ جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے۔ سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔ اس کو "اِشْرَاکٌ فِی الْعِلْم" کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور[2] کو ثابت کرنا۔

سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے۔ خواہ یہ عقیدہ انبیاء اور اولیاء سے رکھے، خواہ پیر اور شہید سے، خواہ امام اور امام زادے سے، خواہ بھوت اور پری سے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

٢۔ تصرف میں شرک دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادے سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا

---

[1] اور بعض دیگر یا دوسرا۔ [2] اور بعض دیگر یا دوسرا۔

اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، تندرست اور بیمار کر دینا، فتح و شکست دینا، اقبال اور ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی بُرے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیر، شہید کی، بھوت پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی اور کو ایسا تصرف ثابت کرے، اس سے مراد مانگے، اس توقع پر نذر نیاز کرے، اس کی منتیں مانے، مصیبت کے وقت اس کو پکارے، سو مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو "اشراک فِی التَّصَرُّفِ" کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ عبادت میں شرک تیسری بات یہ ہے کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں۔ جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اس کے نام پر مال خرچ کرنا اس کے نام کا روزہ رکھنا۔ اس کے گھر کی طرف دُور دُور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لے یہ لوگ اس کے گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اور رستے میں اس مالک کا نام پکارنا، نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا، اس گھر کی طرف سجدہ کرنا، اس کی طرف جانور لے جانے، وہاں منتیں ماننی، اس پر غلاف ڈالنا، اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی، التجا کرنی اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی، ایک پتھر کو بوسہ دینا، اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنی[1] اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی، اس کے گرد روشنی کرنی، اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا جیسے جھاڑو دینی، روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو غسل کا لوگوں کے لیے سامان درست کرنا، اس کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا، رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاؤں چلنا، اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مویشی نہ چگانا[2] یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر پیغمبر کو یا بھوت پری کو یا کسی کی سچی یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلّے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک یا نشان یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا جانور چڑھائے یا ایسے مکان میں دور دور سے قصد کر کے جائے یا وہاں روشنی

---

[1] ایک نسخہ "ملانا" بھی ہے [2] ایک نسخہ "چرانا" بھی ہے،

کرے غلاف ڈالے، چادر چڑھائے، ان کے نام کی چھڑی کرے، ان کی قبر کو بوسہ دے، مورچھل جھلے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے۔ وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے، سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اس کو اشراک فی العبادۃ کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کی کرنی۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ روزمرہ کے کاموں میں شرک چوتھی بات یہ کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم کرتے رہیں تاکہ ایمان بھی درست رہے اور ان کاموں میں بھی برکت ہو، جیسے آڑے کام پر اللہ کی نذر ماننی مشکل کے وقت اسے پکارنا، ہر کام کا شروع اس کے نام سے کرنا جب اولاد ہو تو اس کے شکر میں اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اولاد کا نام عبداللہ، عبدالرحمٰن خدابخش، اللہ دیا، امۃ اللہ، اللہ دی رکھنا، کھیت اور باغ میں سے تھوڑا بہت اس کے نام کا کر رکھنا، دھن اور ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز رکھنا۔ جو جانور اس کے نام کے اس کے گھر کی طرف لے جائے، ان کا ادب کرنا۔ یعنی نہ ان پر سوار ہونا، نہ لادنا، کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا، اس کو برتنا اور جو منع کیا اس سے دور رہنا، برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے۔ جیسے قحط اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، غمی و خوشی، یہ سب اس کے اختیار میں سمجھنا اور اپنا ارادہ جس کام کا بیان کرنا تو پہلے اس کے ارادے کا ذکر کر دینا جیسا یوں کہنا کہ اگر اللہ چاہے تو ہم فلاں کام کریں گے اور اس (یعنی خدا) کا نام ایسی تعظیم سے لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی جیسے یوں کہنا ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق اور معبود، جب قسم کھانے کی حاجت ہو تو اسی کے نام کی قسم کھانی، سو اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بنائی ہیں۔

پھر جو کوئی کہ انبیاء اولیاء کی، اماموں، شہیدوں کی، بھوت پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے آڑے کام پر ان کی نذر مانے۔ مشکل کے وقت ان کو پکارے۔ بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لے۔ جب اولاد ہو، ان کی نذر نیاز کرے۔ اپنی اولاد کا نام عبدالنبی یا امام بخش، پیر بخش رکھے۔ کھیت اور باغ میں ان کا

---

[1] کسی بزرگ کے نام کی جھنڈی لگانا یا گاڑنا۔

حصہ لگائے۔ جو کھیتی باڑی سے آئے۔ پہلے ان کی نیاز کرے، جب اپنے کام میں لائے۔ دھن اور ریوڑ میں سے ان کے نام کے جانور ٹھہرائے۔ پھر ان جانوروں کا ادب کرے، پانی دانے پر سے نہ ہانکے۔ لکڑی پتھر سے نہ مارے۔ کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سند پکڑے کہ فلانے لوگوں کو چاہیئے، فلانا کھانا کھائیں فلانا کپڑا نہ پہنیں۔ حضرت بی بی کی صحنک[1] مرد نہ کھائیں، لونڈی نہ کھائے۔ جس عورت نے دوسرا خصم کیا ہو وہ نہ کھائے۔ شاہ عبدالحق کا توشہ حقہ پینے والا نہ کھائے۔ برائی اور بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے کہ فلانا ان کی پھٹکار میں آکر دیوانہ ہو گیا۔ فلانے کو انہوں نے راندا تو محتاج ہو گیا۔ فلانے کو نوازا۔ تو اس کو فتح واقبال مل گیا، قحط فلانے ستارے کے سبب سے پڑا۔ فلانا کام جو فلانے دن شروع کیا تھا یا فلانی ساعت میں سو پورا نہ ہوا یا یوں کہیں کہ اللہ اور رسولؐ چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو جائے گی۔ یا اس کے تئیں بولنے میں، "یا معبود"، "داتا"، "بے پروا" "خداوند خدائیگان"، "مالک الملک"، "شہنشاہ" بولے یا جب حاجت قسم کھانے کی پڑے تو پیغمبر کی یا علیؓ کی یا امام کی یا پیر کی یا ان کی قبروں کی قسم کھائے۔ سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو اشراک فی العادۃ کہتے ہیں یعنی اپنی عادت کے کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنی چاہیئے سو غیر کی کرے۔

کتاب کے مضامین ان چاروں طرح کے شرک کا رد قرآن وحدیث میں آ گیا ہے سو اس لیے اس باب میں پانچ فصلیں کہیں:

فصل پہلی میں ذکر ہے۔ شرک کی برائی کا اور توحید کی خوبی کا

فصل دوسری میں ذکر ہے اشراک فی العلم کی برائی کا۔

فصل تیسری میں ذکر ہے اشراک فی التصرف کی برائی کا۔

فصل چوتھی میں ذکر ہے اشراک فی العبادت کی برائی کا۔

فصل پانچویں میں ذکر ہے اشراک فی العادۃ کی برائی کا۔

---

[1] بی بی کی صحنک۔ بی بی سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کے نام کی نیاز بی بی کی صحنک کہلاتی تھی صحنک یعنی مٹی کا چھوٹا طباق۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نیاز جہانگیر کے زمانے میں شروع ہوئی۔ بادشاہ نے نورجہاں سے شادی کی اور اس کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تو جہانگیر کی بعض بیگمات نے یہ نیا [illegible] شرط یہ رکھی کہ اس نیاز میں وہی عورتیں شریک ہو سکتی ہیں جنہوں نے نکاح ثانی نہ کیا ہو۔ اسی شرط کو وہ پاک دامنی کا کمال جانتی تھیں۔ [illegible] اس سے مقصد نورجہاں کی تحقیر [illegible] تھی۔ رفتہ رفتہ یہ نیاز عام ہو گئی اور شاہ شہید کے زمانے میں گھر گھر اس کا رواج تھا۔ [illegible] کی شرطیں بڑھا دی گئی تھیں۔

تیسرا باب

شرک کی بُرائی

شرک معاف نہیں ہوسکتا فصل پہلی بچنے میں شرک کے۔ یعنی اس فصل میں مجمل شرک کی بُرائی کا ذکر ہے

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ۝ (۴/۱۱۹)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۃ نساء میں۔ بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک ٹھہرائے اس کا اور بخشتا ہے ورے اس کے جس کو چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو بیشک راہ بھولا دُور بھٹک کر۔

یعنی اللہ کی راہ بھولنا یوں بھی ہوتا ہے کہ حلال و حرام میں امتیاز نہ کرے۔ چوری بدکاری میں گرفتار ہو جائے۔ نماز روزہ چھوڑ دے۔ جورو بچوں کا حق تلف کرے۔ ماں باپ کی بے ادبی کرے۔ لیکن جو شرک میں آپڑا وہ سب سے زیادہ بھولا اس لیے کہ وہ ایسے گناہ میں گرفتار ہُوا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہ بخشے گا اور سارے[1] گناہوں کو اللہ تعالیٰ شاید بخش بھی دے۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ شرک نہ بخشا جائے گا۔ جو اس کی سزا ہے مقرر ملے گی۔ پھر اگر پرے درجے کا شرک ہے کہ جس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا نہ اس سے کبھی باہر نکلے گا، نہ اس میں کبھی آرام پائے گا۔ جو اس سے ورے درجے کے شرک ہیں۔ ان کی سزا جو اللہ کے ہاں مقرر ہے سو پائے گا[2] باقی جو گناہ ہیں ان کی جو کچھ سزائیں اللہ کے ہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں۔ چاہے دے چاہے معاف کرے۔

مشرک کی مثال یہ بھی معلوم ہُوا کہ شرک سے بڑا گناہ کوئی نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بادشاہ کی تقصیریں اس کی رعیت کے لوگ جتنی کریں، جیسے چوری، قزاقی، چوکی پہرے کے وقت سو جانا، دربار کے وقت

---

[1] یعنے دیگر دوسرے [2] بعض علماء نے عام گناہوں کی طرح مشرکانہ رسوم کے بھی مدارج مقرر کیے ہیں شاہ شہیدؒ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ریا کو شرک اصغر قرار دیا ہے۔ لیکن آیۂ مبارکہ بالکل واضح ہے اس میں دھوں کیلئے کوئی گنجائش نہیں شرک بہرحال ممنوع ہے۔ اس یلئے منافی توحید ہے خواہ اس کا کوئی درجہ ہو۔

کو ٹل جانا، لڑائی کے میدان سے چل جانا۔ سرکار کا پیسہ پہنچانے میں قصور کرنا، علیٰ ہذا القیاس اب یہ سب کی سزائیں بادشاہ کے ہاں مقرر ہیں۔ چاہے تو پکڑے اور چاہے تو معاف کردے۔ ایک تقصیریں اس ڈھب کی ہیں کہ جن میں بغاوت نکلتی ہے۔ جیسے کسی امیر یا وزیر یا چودھری قانون گو کو یا چوہڑے چمار کو بادشاہ بنا دے یا اس کے واسطے تخت و تاج تیار کرے یا اس کے تئیں ظلِّ سُبحانی بولے یا اس کے تئیں بادشاہ کا سا مجرا کرے یا اس کے لیے ایک دن جشن کا ٹھہرائے اور بادشاہ کی طرح نذر دے۔

یہ تقصیر سب تقصیروں سے بڑی ہے۔ اس کی سزا مقرر اس کو پہنچتی ہے۔ جو بادشاہ اس سے غفلت کرے اور ایسوں کو سزا نہ دے۔ اس کی بادشاہت میں قصور ہے۔ چنانچہ عقلمند لوگ ایسے بادشاہ کو بے غیرت کہتے ہیں۔ سو اس مالک الملک شاہنشاہ غیور سے ڈرا چاہیے کہ پرلے سرے کا زور رکھتا ہے اور ویسی ہی غیرت۔ سو وہ مشرکوں سے کیونکر غفلت کرے گا اور کس طرح ان کو سزا نہ دے گا؟ اللہ سب مسلمانوں پر رحم کرے اور ان کو شرک کی آفت سے بچائے۔ آمین!

شرک سب سے بڑا عیب ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ لقمان میں:-

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ	اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا
يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ	اس کو: اے بیٹے میرے! مت شریک بنا اللہ کا، بیشک
اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ	شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔

یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی۔ سو انہوں نے اس سے سمجھا، بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا۔ جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟ اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے ایسے ہی عقل کی راہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے اور یہی حق ہے۔ اس واسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اس کی بے ادبی ہے۔

توحید ہی راہ نجات ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ انبیاء میں:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ ۲۱/۲۵

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بیشک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے۔ سو بندگی کرو میری۔

یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے اللہ کو مانئے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانئے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک منع اور توحید کا حکم سب دینوں میں ہے سو یہی راہ نجات کی ہے۔ اس کے سوائے اور سب راہیں غلط ہیں۔

اللہ شرک سے بیزار ہے مشکوٰۃ کے باب الریاء میں لکھا ہے کہ۔

وَاَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِیْ غَيْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْٓءٌ [1]

مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابوہریرہؓ نے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: فرمایا اللہ تعالیٰ نے: میں بڑا بے پروا ہوں ساجھیوں میں ساجھے سے۔ جو کوئی کرے کچھ کام کہ ساجھی کرے اس میں میرے ساتھ اور کسی کو سو میں چھوڑ دیتا ہوں اس کو اور اس کے ساجھی کو اور میں اس سے بیزار ہوں۔

یعنی جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں سو میں یوں نہیں کرتا کیونکہ میں بے پروا ہوں۔ بلکہ جو کوئی کچھ کام میرے واسطے کرے اور غیر کو بھی اس میں شریک کرے سو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا بلکہ سارے ہی کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک کام کرے اللہ کے واسطے پھر وہی کام کرے اور کسی کے واسطے، اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک جو عبادت اللہ کی کرے وہ بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں بلکہ اللہ اس سے بیزار ہے۔

ازل میں توحید کا اقرار مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

امام احمد نے ذکر کیا کہ ابی بن کعبؓ نے اس آیت کی تفسیر

---

[1] وشرکہ کے بعد یہ لفظ آئے ہیں۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْٓءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ (مسلم)

(ترجمہ) میں اس سے بیزار ہوں جس کیلئے اس نے یہ کام کیا ہے وہی اس کو اس کا بدلہ دے (مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۵۴)

نیز "الادراک لتخریج احادیث رد الاشراک" مشمولہ "قطف الثمر" نواب صدیق حسن خان صفحہ ۱۳۳

فِیْ تَفْسِیْرِ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ اَخَذَ
رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
قَالَ جَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَ
هُمْ فَاسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوْا ثُمَّ اَخَذَ
عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى
اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاِنِّیْ
اُشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ
السَّبْعَ وَاُشْهِدُ عَلَيْكُمْ اَبَاكُمْ اٰدَمَ اَنْ
تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهٰذَا اِعْلَمُوْا
اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ غَيْرِیْ وَلَا رَبَّ غَيْرِیْ
وَلَا تُشْرِكُوْا بِیْ شَيْئًا اِنِّیْ سَاُرْسِلُ اِلَيْكُمْ
رُسُلِیْ يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِیْ وَمِيْثَاقِیْ
وَاُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِیْ قَالُوْا
شَهِدْنَا بِاَنَّكَ رَبُّنَا وَاِلٰهُنَا لَا
رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ وَلَآ اِلٰهَ لَنَا
غَيْرُكَ [1]

میں" وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ الخ" فرمایا
اللہ نے اولادِ آدم کی اکٹھی کی ان کی شکلیں لگائیں۔ پھر
ان کی صورتیں بنائیں۔ پھر ان کو بولنے کی طاقت دی،
وہ بولنے لگیں۔ پھر ان سے قول وعہد لیا اور ان کی
جان پر ان سے اقرار کرایا" کیا میں نہیں ہوں
رب تمہارا"؟ بولے" کیوں نہیں"! فرمایا" سو میں
گواہ کرتا ہوں تم پر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں
کو اور تمہارے باپ آدمؑ کو اس واسطے کہ کہیں کہنے لگو
قیامت کے دن ہم نہ جانتے تھے۔ سو جان رکھو کہ بیشک بات
یُوں ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے اور نہیں کوئی
مالک سوائے میرے اور مت شریک ٹھہراؤ میرا کوئی۔
بیشک میں اب بھیجوں گا طرف تمہارے رسول اپنے کہ
یاد دلائیں گے تم کو قول وقرار میرا اور میں اتاروں گا تم پہ
کتابیں اپنی۔ بولے" اقرار کیا ہم نے کہ بیشک تو مالک
ہمارا ہے اور حاکم ہمارا ہے نہیں کوئی مالک ہمارا تیرے
سوائے اور نہیں کوئی حاکم ہمارا تیرے سوا"

---

[1] فَاَقَرُّوْا بِذٰلِكَ وَرَفَعَ عَلَيْهِمْ
اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ
فَرَاَى الْغَنِیَّ وَالْفَقِيْرَ وَ
حَسَنَ الصُّوْرَةِ وَدُوْنَ ذٰلِكَ
فَقَالَ: رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَ بَيْنَ
عِبَادِكَ؟ قَالَ: اِنِّیْ اَحْبَبْتُ
اَنْ اُشْكَرَ" وَرَاَى الْاَنْبِيَآءَ

"پس انہوں نے اس بات کا اقرار کیا اور ان پر حضرت
آدم علیہ السلام کو اٹھایا اور معلوم کیا کہ ان میں دولت مند
بھی ہیں اور فقیر بھی۔ خوبصورت بھی اور بدصورت
بھی۔ تو سوال کیا اے پروردگار! تو نے کیوں ان
سب کو یکساں نہیں بنایا"؟ فرمایا" میں پسند کرتا ہوں
کہ میرا شکر کیا جائے" حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا
کہ ان لوگوں میں انبیائے کرام علیہم السلام (باقیہ اگلے صفحہ)

یعنی اللہ صاحب نے سورۂ اعراف میں فرمایا ہے

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ (۷: ۱۷۳)

اور جب نکالی تیرے رب نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا نہیں ہوں میں رب تمہارا ؟ بولے کیوں نہیں ہے قبول کیا ہم نے اپنے ذمہ پر۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں کہنے لگو قیامت کے دن کہ بے شک ہم اس بات سے غافل تھے یا کہنے لگو کہ شرک تو کیا تھا ہمارے دادوں نے پہلے سے اور ہم تھے پیچھے ان کے سو کیا برباد کرتا ہے تو ہم کو ان جھوٹوں کے کام کے بدلے۔

شرک سند نہیں بن سکتا اس کی تفسیر میں ابی بن کعب نے فرمایا کہ اللہ صاحب ساری اولاد آدم کی اکٹھی کی ایک جگہ اور ان کی جُدی جُدی مثلیں لگائیں۔ جیسے پیغمبروں کی جُدی مثل، اولیاء کی جُدی مثل، شہیدوں کی جُدی مثل، نیک بختوں کی جُدی مثل، حکم برداروں کی جُدی مثل، بدکاروں کی جُدی مثل، اسی طرح کافروں کی مثلیں لگائیں جیسے یہود، نصاریٰ، مجوس، ہنود علیٰ ہذا القیاس پھر ان سب کی صورتیں بنائیں یعنی ہر کسی کی صورت جیسی دنیا میں بنانی منظور تھی ویسی ہی وہاں ظاہر کی۔ کسی کو خوبصورت

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) فِيْهِمْ مِثْلَ السُّرُجِ عَلَيْهِمُ النُّوْرُ وَخُصُّوْا بِمِيْثَاقٍ اٰخَرَ فِي الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ، وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ۝

بھی ہیں۔ وہ چراغوں کی طرح روشن ہیں ان کے چہروں پر نور ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے رسالت و نبوت کے سلسلے میں اور اقرار بھی لیا۔ اس اقرار سے مراد وہ اقرار ہے جس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (اور وہ وقت بھی تھا جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور تم سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ سے۔

کسی کو بدصورت، کسی کو سماکھا،[1] کسی کو گونگا، کسی کو کانا، کسی کو اندھا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ پھر ان کو بولنے کی طاقت بخشی۔ پھر ان سے اللہ صاحب نے یوں فرمایا کہ "کیا میں تمہارا رب نہیں" تو سو سب نے اقرار کیا کہ "تو ہمارا رب ہے"۔ پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔ سو ان سب نے ان سب باتوں کا قول و قرار کیا۔ اللہ صاحب نے اس بات پر آسمان و زمین اور آدم کو گواہ کیا اور یہ فرمایا کہ اس قول و قرار کو یاد دلانے کو پیغمبر آئیں گے اور کتابیں لائیں گے۔ سو ہر کسی نے جُدی جُدی اللہ کی توحید کا اقرار کیا اور شرک کا انکار۔ سو شرک کی بات میں ایک کو دوسرے کی سند نہ پکڑنی چاہیئے۔ نہ پیر کی نہ استاد کی، نہ باپ دادوں کی، نہ کسی بادشاہ کی، نہ کسی مولوی کی، نہ کسی بزرگ کی۔

بھول کا عذر قبول نہ ہوگا جو کوئی خیال کرے کہ ہم دنیا میں اس بات کو بھول گئے پھر بھولی بات کی کیا سند ہے، سو یہ خیال غلط ہے، اس واسطے کہ بہت سی باتیں آدمی کو آپ یاد نہیں ہوتیں، پھر معتبر لوگوں کے کہنے سے یقین کرتا ہے۔ جیسے کسی کو اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں ہوتا، پھر لوگوں ہی سے سُن کر یقین کرتا ہے اور اپنی ماں ہی کو ماں سمجھتا ہے۔ اور[2] کسی کو ماں نہیں بتا سکتا۔ پھر اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے، اور کسی کو ماں بنائے۔ اس کو سب لوگ بُرا کہیں گے۔ اور اب جو وہ جواب دے، مجھے تو پیدا ہونا کچھ یاد نہیں کہ میں اس کو اپنی ماں جانوں، سو سب لوگ اس کو احمق کہیں گے اور بڑا بے ادب، جب عوام الناس کے کہنے سے آدمی کو بہت باتوں کا یقین آجاتا ہے پھر پیغمبروں کی بہت بڑی شان ہے۔ ان کے خبر دینے سے کیونکر یقین نہ آئے۔

رسُولوں اور کتابوں کی بنیادی تعلیم اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ اصل توحید کا حکم اور شرک کا منع اللہ صاحب نے ہر کسی سے عالم ارواح میں کہہ دیا ہے۔ سارے پیغمبر اسی کی تاکید کو آئے ہیں اور ساری کتابیں اسی کے بیان میں اتری ہیں، سو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا فرمانا اور ایک سو چار کتاب آسمانی کا علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ توحید خوب دُرست کیجیئے اور شرک سے بہت دور بھاگیئے۔ نہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم سمجھیے کہ کسی چیز میں کچھ تصرف کر سکتا ہے نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرائیے اس سے اپنی کوئی مراد مانگیے اور اپنی حاجت اس کے پاس لے جایئے۔

مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے کہ:

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ — امام احمدؒ نے ذکر کیا کہ معاذ بن جبلؓ نے نقل کیا کہ فرمایا

---

[1] آنکھوں والا۔ [2] اور بمعنے دیگر، دوسری۔

جبلؓ قال قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ ؎

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے :۔ نہ شریک ٹھہرا اللہ کا کسی کو۔ گو کہ مارا جائے تو اور جلایا جائے تو۔

؎ پوری حدیث یہ ہے

قَالَ اَوْصَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمٰتٍ :۔

حکم دیا مجھے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا۔

۱۔ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ ۔

اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ قتل کیے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ۔

۲۔ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ ۔

اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تمہیں حکم دیں کہ تو اپنے اہل و عیال سے الگ ہو جا۔

۳۔ وَلَاتَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ ۔

فرض نماز کو کبھی جان بوجھ کر نہ چھوڑنا۔ کیونکہ جس شخص نے فرض نماز کو جان کر چھوڑ دیا تو وہ اللہ کی حفاظت سے نکل گیا۔

۴۔ وَلَاتَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ رَاْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ ۔

شراب ہرگز نہ پینا کیونکہ شراب ہر بے حیائی کا سرچشمہ ہے۔

۵۔ وَاِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ ۔

اور گناہ سے بچتے رہو۔ کیونکہ گناہ سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

۶۔ اِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ ۔

اور دیکھنا میدان جنگ سے مت بھاگنا اگرچہ لوگ ہلاک ہو رہے ہوں۔

۷۔ وَاِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَاَنْتَ فِيْهِمْ فَاثْبُتْ ۔

اور اگر تمہاری موجودگی میں کہیں وبا پھوٹ پڑے تو وہیں جمے رہو۔

۸۔ وَاَنْفِقْ عَلٰى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ ۔

اور اپنے اہل و عیال پر حسب استطاعت خرچ کر۔

۹۔ وَلَاتَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا

اور انہیں ادب سکھانے کے لیے اگر سختی کرنی پڑے تو دریغ نہ کر۔

۱۰۔ وَاَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ ۔

اور انہیں اللہ سے ڈرا۔

یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس سے نہ ڈر کہ شاید کوئی جن یا بھوت کچھ ایذا پہنچاوے۔ سو جیسا مسلمان کو ظاہر کی بلاؤں پر صبر کرنا چاہیئے اور ان کے ڈر سے اپنا دین نہ بگاڑنا چاہیئے۔ اسی طرح جن اور بھوتوں کی بھی ایذا پر صبر کرنا چاہیئے اور ان سے ڈر کر ان کو نہ ماننا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ فی الحقیقت تو ہر کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے مگر وہ کبھی کبھی اپنے بندوں کو جانچتا ہے اور بُروں کے ہاتھوں سے بھلوں کو ایذا پہنچاتا ہے۔ تاکہ کچوں اور پکوں میں فرق ہو جائے۔ مومن اور منافق جُدا جُدا معلوم ہو جائیں۔ سو جیسے ظاہر میں کبھی متقیوں کو فاسقوں کے ہاتھ سے اور مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادے سے ایذا پہنچ جاتی ہے اور ان کو وہاں صبر ہی کرنا پڑتا ہے اور دین بگاڑنا نہیں پہنچتا۔ اسی طرح کبھی کبھی نیک آدمیوں کو جن اور شیاطینوں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادے سے ایذا پہنچ جاتی ہے، سو اس پر صبر ہی کرنا چاہیئے اور ان کو ہرگز نہ ماننا چاہیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے بیزار ہو کر اوروں کو ماننا چھوڑ دے، ان کی نذر نیاز ملنے کو بُرا جانے، غلط سلط رسموں کو مٹانے لگے، اس میں اس کو کچھ نقصان مال یا اولاد یا جان کا پہنچ جاوے یا کوئی شیطان کسی پیر و شہید کا نام لے کر ایذا دینے لگے تو اس پر صبر کرے، اپنی بات پر قائم رہے اور یہ سمجھے کہ اللہ میرا دین جانچتا ہے۔ جیسے اللہ صاحب ظالم آدمیوں کو ڈھیل دے کر پکڑتا ہے اور مظلوموں کو ان کے ہاتھ سے چھڑاتا ہے۔ اسی طرح ظالم جنوں کو بھی اپنے وقت پر پکڑے گا اور نیک آدمیوں کو ان کی ایذا سے بچائے گا۔

مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے کہ:

وَاَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الذَّنْبِ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ۔ ؎	بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابن مسعودؓ نے نقل کیا۔ ایک شخص نے کہا "یا رسول اللہ کونسا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک؟" فرمایا "یہ کہ پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا ٹھہرا کر، حالانکہ اللہ نے تجھ کو پیدا کیا۔"

یعنی جیسے کہ اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اس کے اختیار میں ہیں سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر پکارتے ہیں۔ سو کسی اور کو اس طرح کا سمجھ کر پکارا نہ چاہیئے کہ یہ سب سے بڑا گناہ

؎ مشکوٰۃ مطبع مجتبائی صفحہ ۱۶

ہے۔ اول تو یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت برلانے کی طاقت ہو، یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو۔ دوسرے یہ کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اسی نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام ؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ؟

توحید اور مغفرت مشکوٰۃ کے باب الاستغفار میں لکھا ہے کہ

اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ لَقِیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً [۲]

ترمذی نے ذکر کیا کہ انس نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ صاحب نے فرمایا۔ اے آدم کے بیٹے! بیشک جو تو مجھ سے ملے دنیا بھر گناہ لے کر، پھر ملے مجھ سے تو کہ نہ شریک سمجھا ہو میرا کسی کو، تو بے شک لے آؤں میں تیرے پاس بخشش اپنی دنیا بھر۔

یعنی اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کیے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اسی میں بلکہ شیطان بھی اسی میں پھر یوں سمجھیے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں نے کیے ہیں، سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں۔ اللہ صاحب اتنی ہی اس کو بخشش کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں[۳] جیسے کہ شرک کی شامت سے سب اچھے کام ناکارے ہو جاتے ہیں اور یہی حق ہے۔ اس لیے کہ جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوگا کہ اللہ کے سوا کسی کو مالک نہ سمجھے اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے۔ یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جائے کہ اس اللہ کے تقصیر وار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں۔ اس کے مقابل کسی کا

---

[۱] یعنے دیگر۔ دوسرے [۲] مشکوٰۃ باب الاستغفار مطبوعہ مجتبائی ص۲۰۴ رواہ الترمذی و احمد والدارمی وقال الترمذی حدیث حسن غریب۔

[۳] حدیث کا مقصد یہ ہے کہ شرک کی انتہائی برائی واضح ہو جائے۔ خدانخواستہ یہ نہ سمجھا جائے کہ شرک سے بچنے کے بعد دوسرے گناہوں کے ارتکاب میں مضائقہ نہیں گناہوں کے عفو کے متعلق شریعت کا عام قانون پیش نظر رہنا چاہیئے۔ یعنی توبہ اور عفو۔ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا۔

زور نہیں چلتا۔ اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا۔ سو جب یہ بات خوب اس کے دل میں ثابت ہوجاتے پھر جتنے گناہ اس سے ہوں گے سو بشریت کی راہ سے ہوں گے یا بھول چوک۔ ان گناہوں کا ڈر اس نے دل پر گھر رہا ہوگا۔ ان سے ایسا بیزار ہوگا اور شرمندہ کہ اپنی جان سے بھی تنگ ہوگا۔ بے شک ایسے آدمی پر اللہ کی رحمت آتی ہے۔ سو جوں جوں اس کے گناہ ہوں گے اسی کے موافق اس کی یہ حالت بڑھے گی اور جس قدر یہ حالت بڑھے گی، اسی قدر اللہ کی رحمت بڑھے گی۔ سو جان لینا چاہیئے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کرسکتی۔ فاسق موحّد ہزار درجے بہتر ہے متقی مشرک سے جیسے رعیتی تقصیر وار ہزار درجہ بہتر ہے باغی خوشامدی سے کہ یہ اپنی تقصیر پر شرمندہ ہے اور وہ اپنے فریب پر مغرور۔

چوتھا باب

علم میں شرک

شرک فی العلم کی بُرائی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے جن سے اشراک فی العلم کی بُرائی ثابت ہوتی ہے۔

قَالَ اللهُ تَعَالیٰ: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (۶/۵۹)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اسی کے پاس کُنجیاں غیب کی ہیں، نہیں جانتا ان کو مگر وُہی۔

یعنی جس طرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں۔ جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سُونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں۔ جیسے جب کچھ دیکھنے کو جی چاہا تو آنکھ کھول دی۔ نہ چاہا تو آنکھ بند کر لی۔ جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا مُنہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہُوا نہ ڈالا۔ سو گویا ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کنجیاں ان کی دی ہیں۔ جیسے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے تو قفل اسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے، جب چاہے تو کھولے جب چاہے، نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، جب چاہیں کریں۔ جب چاہیں نہ کریں۔

علم غیب صرف خدا ہی کو ہے سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو، جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ کسی بھی اور ولی کو، جن اور فرشتے کو، پیر اور شہید کو امام اور امام زادہ کو بھوت اور پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔ بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے، خبر کر دیتا ہے۔ سو یہ اپنے ارادہ کے موافق، نہ ان کی خواہش پر چنانچہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا ایسا اتفاق ہُوا ہے کہ بعضی بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات معلوم نہ ہوئی۔ پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہُوا تو ایک آن میں بتا دی۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بڑا رنج ہُوا۔ کئی دن تک بہت تحقیق کیا پر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی

اور بہت فکر و غم میں سب ہے۔ پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہُوا تو بتا دیا کہ وہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہؓ پاک ہیں۔ سو یقین یُوں ہی رکھا چاہیئے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی۔ اور کوئی اس کا خزانچی نہیں۔ مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے۔ اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔

علم غیب کا مدعی جھوٹا اس آیت سے معلوم ہُوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات دریافت کر لوں اور آئندہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھُوٹا ہے کہ دعویٰ خدائی کا رکھتا ہے۔ اور جو کوئی کسی نبی اور ولی کو یا جن اور فرشتہ کو یا امام زادہ کو پیر اور شہید کو یا نجومی اور رمال کو یا جفار کو یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن اشٹی کو یا بھُوت اور پری کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس آیت سے منکر۔

یہ وسواس آتا ہے کہ بعضے وقت کوئی نجومی یا رمال یا برہمن یا شگونی کچھ کہہ دیتا ہے اور وہ اسی طرح ہو جاتا ہے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت ہوتی ہے۔ سو یہ بات غلط ہے۔ اس واسطے کہ بہت باتیں ان کی غلط بھی ہوتی ہیں تو معلوم ہُوا کہ علم غیب ان کے اختیار میں نہیں۔ ان کی اٹکل کبھی درست ہوتی ہے کبھی غلط یہی حال ہے استخارہ اور کشف کا اور قرآن مجید کی فال کا۔ لیکن پیغمبروں کی وحی میں بھی غلطی نہیں پڑتی۔ سو وہ ان کے قابو میں نہیں اللہ صاحب جب آپ چاہتا ہے سو بتا دیتا ہے انکی خواہش کچھ نہیں چلتی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (پ۲۰)	کہا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ نمل میں کہ کہو۔ نہیں جانتے وہ لوگ جو ہیں آسمانوں اور زمین میں غیب کو مگر اللہ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

یعنی اللہ صاحب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں۔ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ نہ فرشتہ، نہ آدمی، نہ جن نہ کوئی چیز یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اچھے لوگ سب جانتے ہیں کہ ایک دن قیامت آوے گی اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آئے گی۔ سو ہر چیز کا معلوم کر لینا جو ان کے اختیار میں ہوتا، یہ بھی معلوم کر لیتے

غیب کی باتیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ	اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ لقمان میں بیشک اللہ

عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (پ ۲۱)

ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور نہیں جانتا کوئی کہ کیا کرے گا کل اور نہیں جانتا کوئی کہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ بڑا جاننے والا ہے خبردار۔

یعنی غیب کی باتوں کی سب خبریں اللہ ہی کو ہیں اور ان کا جان لینا کسی کے قابو میں نہیں چنانچہ قیامت کی خبر کہ اس کا آنا بہت مشہور ہے اور نہایت یقینی۔ اس کے بھی آنے کے وقت کی کسی کو خبر نہیں پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر کا تو کیا ذکر ہے جیسے کسی کی فتح کسی کی شکست کسی کا بیمار ہونا کسی کا تندرست ہونا کہ یہ باتیں نہ تو قیامت کے برابر مشہور ہیں، نہ ویسی یقینی۔ اور اسی طرح مینہ برسنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں، حالانکہ اس کا موسم بھی بندھا ہوا ہے اور اکثر ان موسموں پر برستا بھی ہے۔ سارے نبی، ولی، بادشاہ اور حکیم اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ سو اگر اس کے وقت معلوم کرنے کی کچھ راہ ہوتی تو کوئی البتہ پالیتا۔ پھر جو چیزیں کہ نہ ان کا موسم بندھا ہوا ہے اور سب لوگ مل کر ان کی خواہش رکھتے ہیں جیسے کسی شخص کا مرنا، جینا، اولاد ہونی، یا غنی اور فقیر ہونا یا فتح و شکست ہونی، تو ایسی چیزوں کی خبر کی راہ کیوں کر پا سکیں؟ اور اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے، اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت، حالانکہ حکیم لوگ ان سب چیزوں کے اسباب لکھتے ہیں پر کسی کا حال بالخصوص نہیں جانتے تو اور چیزیں کہ آدمی میں چھپی ہیں جیسے خیالات اور ارادے، نیتیں اور ایمان و نفاق تو وہ کیونکر جان سکیں۔ اسی طرح جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا تو اور کسی کا کیونکر جان سکے اور جب اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا اور کسی کے مرنے کی جگہ یا وقت کیونکر جان سکے۔ غرض اللہ کے سوا کوئی کچھ آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں، کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے، کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور تیر انکالتا ہے، کوئی رمل اور قرعہ پھینکتا ہے کوئی فالنامہ لیے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز۔ ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیے۔ لیکن جو شخص آپ دعویٰ غیب دانی کا نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات معلوم کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات کبھی اللہ کی طرف سے مجھ کو معلوم ہو جاتی ہے سو وہ چیز

اختیار میں نہیں کہ جو بات میں چاہوں تو معلوم کر لوں یا جب میں چاہوں، دریافت کر لوں تو یہ بات ہو سکتی ہے شاید وہ سچا ہو یا مکار۔

اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (پ۲۶)

فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورہ احقاف میں: اور کون زیادہ گمراہ ہو گا اس شخص سے کہ پکارتا ہے سوائے اللہ کے ان لوگوں کو کہ نہ قبول کریں گے اس کی بات قیامت کے دن تک اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں۔

یعنی شرک کرنے والے بڑے احمق ہیں کہ اللہ ایسے قادر و علیم کو چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں کہ اول تو وہ ان کا پکارنا سنتے ہی نہیں اور دوسرے کچھ قدرت نہیں رکھتے۔ اگر کوئی قیامت تک ان کو پکارے تو وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے اسی واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور و نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں، جب ہی ان کو اس طرح سے پکارا۔ حالانکہ اللہ صاحب نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کے سوا ہیں یعنی مخلوق، سو وہ ان پکارنے والوں کے پکارنے سے غافل ہیں۔

نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (پ۹)

اور فرمایا اللہ صاحب نے: کہہ کہ نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع اور نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب تو بے شک بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوتی مجھ کو برائی میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے۔ انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی تو اس لیے انہیں کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر دیں تاکہ سب لوگوں کو حال معلوم ہو جاوے۔ سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی۔ میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں، تو دوسرے کا کیا کر سکوں؟ غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا۔ اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر بُرا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا؟ غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں اور کچھ خدائی کا دعویٰ نہیں رکھتا۔ فقط پیغمبری کا مجھ کو دعویٰ ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے۔ سو یہ بھی انہیں کو فائدہ کرتی ہے کہ جن کے دل میں یقین ہے دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

انبیاء کا اصل کام اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں یہی بڑائی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں بُرے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے پر تاثیر دیتا ہے۔ بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو جی چاہے، مار ڈالیں یا اولاد دیویں یا مشکل کھول دیویں یا مرادیں پوری کر دیویں یا فتح و شکست دیویں یا غنی اور فقیر کر دیویں یا کسی کو بادشاہ کر دیویں یا کسی کو امیر و وزیر یا کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیں یا کسی کا ایمان چھین لیں یا کسی بیمار کو تندرست کر دیں یا کسی سے تندرستی چھین لیں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں، عاجز اور بے اختیار۔

انبیاء غیب دان نہیں اسی طرح پھر اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں کہ وہ جیتا ہے کہ مر گیا یا کس شہر میں ہے یا کس حال میں یا جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کر لیں کہ فلانے کے ہاں اولاد ہو گی یا نہ ہو گی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہو گا یا نہ ہو گا یا اس لڑائی میں فتح پائے گا یا شکست کہ ان باتوں میں بھی بندے بڑے بھول

یا چھوٹے۔ سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان سو جیسے سب لوگ کبھی کچھ بات عقل سے یا قرینے سے کہہ دیتے ہیں۔ پھر کبھی ان کی بات موافق پڑ جاتی ہے کبھی اس میں چوک پڑ جاتی ہے اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل اور قرینے سے کہتے ہیں سو اس میں کبھی درست ہو جاتی ہے۔ کبھی چوک۔ ہاں مگر جو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام ہو سو اس کی بات نرالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں۔

علم غیب کے متعلق ارشادات نبویؐ

مشکوٰۃ کے باب اعلان النکاح میں لکھا ہے کہ

اَخرجَ البُخَارِیُّ عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَآءَ[1] قَالَتْ جَآءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِیْنَ بُنِیَ عَلَیَّ فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِیْ کَمَجْلِسِکَ مِنِّیْ فَجَعَلَتْ جُوَیْرِیَاتٌ لَّنَا یَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَیَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِیْ یَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدٰھُنَّ وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَّعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَالَ دَعِیْ ھٰذَا وَقُوْلِیْ بِالَّذِیْ کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ[2]	بخاری میں ہے: ربیع بنت معوذ بن عفرآء نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ پھر گھر میں داخل ہوئے جب شادی ہوئی تھی میری۔ پھر بیٹھے میرے پاس مسند پر جیسا تو بیٹھا ہے میرے پاس سو دہیں شروع کیا کچھ چھوکریوں ہماری نے کہ دف بجانے لگیں اور مذکور کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے گئے تھے ہمارے بدر میں۔ سو ایک کہنے لگی ان میں سے کہ ہم میں ایک نبیؐ ہے کہ جانتا ہے کل کی بات۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ بات چھوڑ دے اور وہی کہہ جو کہتی تھی۔"

یعنی ربیع ایک بی بی تھیں انصار میں سے۔ ان کی شادی میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے پاس آ بیٹھے۔ سو ان لوگوں کی کچھ چھوکریاں کچھ گانے لگیں۔ اس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں یہ بات کہی کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔ سو اس کو پیغمبر خدا نے منع کیا اور فرمایا: "یہ بات مت کہہ اور جو کچھ پہلے گاتی تھیں وہی گاتی جاؤ۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کی یا اماموں اور شہیدوں کی جناب میں ہرگز

---

[1] عفرآء۔ حضرت عوف، معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام۔ حضرت عفرآء کے چھ بیٹے تھے۔ یہ چھیوں غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ ان میں سے دو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے اور معاذ اور معوذ نے مل کر ابوجہل کو مار ڈالا تھا

[2] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۷۱

یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں۔ بلکہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے اور یہ جو شاعر لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف یا انبیاء اور اولیاء کی یا بزرگوں یا پیروں یا استادوں کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں۔ حد سے گزر جاتے ہیں اور خدا کے سے اوصاف ان کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں۔ پھر یوں کہتے ہیں کہ شعر میں مبالغہ ہوتا ہے۔ یہ سب غلط ہے۔ اس لیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا۔ چہ جائیکہ عاقل مرد اس کو کہے یا سُن کر پسند کرے۔

حضرت عائشہؓ کا ارشاد

مشکوٰۃ کے باب رؤیۃ اللہ عزوجل میں لکھا ہے کہ

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَةَ [1]	بخاری نے ذکر کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، جو کوئی خبر دے تجھ کو کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے وہ پانچ باتیں کہ اللہ نے مذکور کی ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ الخ سو بے شک اس نے بڑا طوفان باندھا۔

یعنی وہ پانچوں باتیں کہ سورہ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں اور ان کی تفسیر اس فصل کے اول گزر گئی کہ جتنی غیب کی باتیں ہیں سو انہی پانچ میں داخل ہیں۔ جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہ پانچوں باتیں جانتے تھے یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔

مشکوٰۃ کے باب البکاء والخوف میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ	بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا ام العلاء انصاریہ نے کہ کہا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے: قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں، پھر قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں حالانکہ

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۵۰۱

وَاللّٰهِ لَآ اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ [1]

میں اللہ کا رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے۔

یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا، خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔ اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی یا الہام سے بتائی کہ فلانے کا انجام بخیر ہے یا بُرا سو وہ بات مجمل ہے۔ اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۵۶

پانچواں باب

تصرف میں شرک

اللہ کے سوا پناہ نہیں اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے جن سے اشراک فی التصرف کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی قُلْ مَنْۢ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ ط قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ ○ ۲۳ / ۸۸-۸۹

فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ مومنون میں: کہہ کون ہے وہ شخص جس کے ہاتھوں میں ہے قابو ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کرتا جو جانتے ہو۔ وہی کہہ دیں گے کہ اللہ ہی ہے کہہ پھر کہاں سے خبط میں پڑ جاتے ہو؟

یعنی جس سے پوچھیے: ایسی شان کس کی ہے کہ ہر چیز اس کے قابو میں ہے جو چاہے سو کر ڈالے اس کا ہاتھ کوئی پکڑ نہ سکے۔ اس کی حمایت میں کوئی ہاتھ ڈال نہ سکے۔ اس کے تقصیروار کو کہیں پناہ نہ مل سکے۔ اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہ چل سکے۔ سو ہر کوئی یہی جواب دے گا کہ ایسی شان اللہ کی ہے۔ سو سمجھا چاہیے کہ پھر اور کسی سے مرادیں مانگنی محض خبط ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں وکیل سمجھ کر مانتے تھے۔ اسی سے کافر ہو گئے۔ سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے واس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابل کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔

نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ○ قُلْ اِنِّیْ لَنْ

فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ جن میں: کہہ کہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیشک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارے کچھ نقصان کا نہ فائدہ کا

يُّجِيرَنِي مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ ۲۲

کہ بے شک مجھ کو ہرگز نہ بچاوے گا اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ پاؤں گا ورے اس کے کوئی بچاؤ۔

یعنی اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنادیں کہ میں تمہارے نفع نقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم جو مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے سو اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے۔ ہم جو چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچالے گا۔ کیونکہ یہ بات محض غلط ہے اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی بچاؤ نہیں جانتا، سو دوسرے کو کیا بچا سکوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو عوام الناس اپنے پیروں شہیدوں کی حمایت پر بھروسہ کر کے اللہ کو بھول جاتے ہیں اور اس کے احکام کی تعظیم نہیں کرتے، محض گمراہ ہیں۔ کہ سب پیروں کے پیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات دن اللہ سے ڈرتے تھے۔ اس کی رحمت کے سوائے کسی طرح اپنا بچاؤ نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اور کسی کا تو ذکر کیا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ ۱۶ / ۷۳

اور فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورہ نحل میں اور پوجتے ہیں ورے اللہ سے ایسوں کو کہ نہیں اختیار رکھتے ان کی روزی کا آسمانوں سے اور نہ زمین سے کچھ اور نہیں طاقت رکھتے۔

یعنی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی کہ ان کا کچھ اختیار نہیں اور ان کی روزی پہنچانے میں کچھ دخل نہیں رکھتے۔ نہ آسمان سے مینہ برسا دیں، نہ زمین سے کچھ اگا دیں، اور ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء اور انبیاء کو یا امام اور شہیدوں کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت تو ہے لیکن اللہ کی تقدیر پہ وہ شاکر ہیں اور اس کے ادب سے دم نہیں مارتے۔ اگر چاہیں تو ایک دم میں الٹ پلٹ کر دیں۔ لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں۔ سو یہ بات سب غلط ہے بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

صرف اللہ کو پکارو

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ ۱۰۶/۱۱

فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورہ یونس میں: اور مت پکارو ورے اللہ کے ایسوں کو کہ نہ فائدہ دیویں تجھ کو نہ نقصان سو اگر کیا تو نے یہ تو بے شک تب بے انصاف ہے۔

یعنی اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجیے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَھُمْ فِیْھِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّمَا لَہٗ مِنْھُمْ مِّنْ ظَھِیْرٍ ○ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ○ ۲۲-۲۳/۳۴

اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ سبا میں: بھلا پکارو تو ان لوگوں کو کہ خیال کرتے ہو ورے اللہ سے، سو وہ نہیں اختیار رکھتے ایک ذرہ بھر آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں ان کا دونوں میں کچھ ساجھا اور نہیں اللہ کا ان میں سے کوئی بازو اور نہیں کام آتی سفارش اس کے روبرو مگر جس کو پروانگی دے۔ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہوتی ہے ان کے دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے[1] ہم کہتے ہیں کہ حق اور وہی ہے بلند بڑا۔

بلا اذن شفاعت نہیں | یعنی جو کوئی کسی سے مراد مانگتا ہے، مشکل کے وقت پکارتا ہے اور وہ اس کی حاجت روا کر دیتا ہے۔ سو یہ بات اسی طرح ہوتی ہے کہ یا تو خود مالک ہو یا مالک کا ساجھی یا مالک پر اس کا دباؤ ہو۔ جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دب کر مان لیتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے بازو ہیں اور اس کی سلطنت کے رکن۔ ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت بگڑتی ہے۔ یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ مخواہ قبول کرے، پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش۔ جیسے بیٹو شہزادی یا بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رد نہیں کر سکتا، سو چار و ناچار ان کی سفارش قبول

---

[1] مطلب یہ ہے کہ شافع اور مشفوع دونوں اذن شفاعت کے انتظار میں مضطرب تھے۔ جب اذن مل گیا تو پھر وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ یہ نفسانی کیفیت ہے جو اذن ملنے کے بعد سب پر طاری ہو گی۔ یعنی کیا اذن مل گیا؟ "الحق" الاذن بالشفاعۃ لمن ارتضی (کشاف)

کر لیتا ہے۔ سو جن کو اللہ کے سوا یہ لوگ پکارتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، سو نہ تو وہ مالک ہیں آسمان اور زمین میں ایک ذرہ بھر چیز کے۔ نہ کچھ ان کا ساجھا ہے۔ نہ اللہ کی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اس کے بازو کہ ان سے دب کر ان کی بات مان لے۔ اور نہ بغیر پروانگی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس سے دلوا دیں۔ بلکہ اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ حکم فرماتا ہے، یہ سب رُعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے۔ بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے۔ جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں۔ تو سوائے آمنا و صدقنا کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ پھر بات اُلٹنے کا تو کیا ذکر اور کسی کی وکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت؟

شفاعت کی قسمیں اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے، اس کو کان رکھ کر سن لیا چاہیئے کہ اکثر لوگ اولیا۔ انبیا کی شفاعت پر بھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیئے۔

سنا چاہیئے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔ جیسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچا لے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے، مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے۔ اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجیئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں اور سلطنت کی رونق گھٹ جاوے اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں۔ اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش چلی۔

شفاعت وجاہت ممکن نہیں سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جو کوئی نبی اور ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے معنی کچھ بھی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی۔ اس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جن اور فرشتے

جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک اُلٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کر دے۔ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ جو لوگ پہلے اور پچھلے، آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرائیل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق نہ بڑھ جائے گی اور جو سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی رونق گھٹنے کی نہیں۔ وہ ہر صورت سے بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ۔ اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے[1]۔

شفاعتِ محبت ممکن نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہزادوں میں سے یا بیگمات میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جائے اور چوری کی سزا نہ دینے دے۔ بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو "شفاعتِ محبت" کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور وہ یہ بات سمجھا کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہو گا۔

---

[1] شاہ صاحب نے اس عبارت میں جو کچھ فرمایا ہے اس کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ابوذرؓ سے مروی ہے۔

يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا

اے میرے بندو! اگر تم میں سے سب انسان جو پہلے گزر چکے اور جو بعد کو پیدا ہوں گے اور تمام انس و جن اس شخص کی طرح نیک ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے تو بھی اس سے میری خداوندی میں کچھ بھی اضافہ نہ ہو گا۔ اے میرے بندو! اگر وہ سب جو پہلے گزر چکے اور وہ سب جو بعد کو پیدا ہوں گے اور تمام جن و انس اس شخص کی طرح بدکار ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ بدکار ہے تو اس سے میری خداوندی میں کچھ بھی نقصان نہ ہوتا۔

اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں۔ جو کوئی کسی کو اس کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ اوّل مذکور ہو چکا۔ وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے۔ کسی کو حبیب کا، کسی کو خلیل کا، کسی کو کلیم کا، کسی کو روح اللہ وجیہ کا خطاب بخشے کسی کو رسول کریم ومکین روح القدس، روح الامین فرمادے۔ مگر پھر مالک، مالک ہے اور غلام، غلام کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ بڑھ نہیں سکتا۔ جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

شفاعت بالاذن تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا، مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا، سو اس پر شرمندہ ہے رات دن ڈرتا ہے۔ بادشاہ کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا۔ اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا۔ رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے میرے حق میں کیا حکم فرمائے۔ سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے، مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس کے آئین کی قدر گھٹ نہ جائے۔ سو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر۔ کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے، نہ چوروں کا تھانگی[1] جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ ہی چور ہو جاتا ہے اس کو "شفاعت بالاذن" کہتے ہیں۔ یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے سو اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن وحدیث میں مذکور ہے، سو اس کے معنی یہی ہیں۔

صراط مستقیم سو ہر بندے کو چاہیئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے۔ اسی سے ڈرتا رہے۔ اسی کی التجا کرتا رہے۔ اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے۔ اسی کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی

---

[1] وہ شخص جو چوروں کو اپنے گھر چھپا رکھے اور پناہ دے۔

بھی۔ جہاں تک خیال دوڑائیے اللہ کے سوا کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے۔ کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور رحیم ہے۔ سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی رحمت سے بخش دے گا۔ جس کو چاہے گا، اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائے گا۔ غرض کہ جیسی ہر حاجت اپنی اسی کو سونپنا چاہیئے۔ اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجئے جس کو چاہے ہمارا شفیع کر دے نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجئے اور اس کو اپنی حمایت کے واسطے پکاریئے۔

اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو بھول جایئے۔ اس کے احکام کو یعنی شرع کو بیقدر کر دیجئے اور اسے اپنے حمایتی ٹھہرا دیئے ہونے کی راہ و رسم کو مقدم سمجھئے کہ یہ بڑی قباحت کی بات ہے سارے نبی اور ولی اس سے بیزار ہیں۔ وہ ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے بلکہ غصہ ہو جاتے ہیں اور الٹے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی تو بزرگی یہی تھی کہ اللہ کی خاطر کو سب جوڑ دیئے، مرید، شاگرد، نوکر، غلام، یار آشنا کی خاطر سے مقدم رکھتے تھے۔ جب یہ لوگ اللہ کے خلاف مرضی ہوتے تھے تو وہ بھی ان کے دشمن ہو جاتے تھے پھر یہ پکارنے والے لوگ ایسے کیا ہیں کہ وہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اس کی خلاف مرضی ان کی طرف سے اس کے حضور میں جھگڑنے بیٹھیں گے۔ بلکہ بات تو یوں ہے کہ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ ان کی شان ہے جس کے حق میں اللہ کی خوشی یوں ہی ٹھہری کہ اس کو دوزخ ہی بھیجے تو وہ اور دو چار دھکے دینے کو تیار ہیں۔

صرف اللہ سے مانگو

مشکوٰۃ کے باب التوکل والصبر میں لکھا ہے کہ :-

اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ یَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاہَکَ وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ	ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا تھا کہ میں پیچھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دن سو فرمایا اے لڑکے! یاد رکھ اللہ کو کہ وہ یاد رکھے گا تجھ کو۔ یاد رکھ اللہ کو پائے گا تو اس کو اپنے روبرو اور جب مانگے تو کچھ تو مانگ اللہ ہی سے اور جب چاہے تو مدد چاہ اللہ ہی کیلئے اور یقین سمجھ لے کر، اگر سب لوگ اگر اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ کچھ فائدہ پہنچائیں تجھ کو تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے مگر جتنا

قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى	کر لکھ دیا اللہ نے تیرے حق میں اور جو اکٹھے ہو جائیں
اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا	اس پر کہ نقصان پہنچائیں تجھ کو کچھ تو نہ نقصان پہنچا سکیں گے
بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ	مگر وہی کہ لکھ دیا ہے اللہ نے تجھ پر۔ اٹھا لیے گئے قلم اور
الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ [1]	سوکھ گئے کاغذ۔

یعنی اللہ صاحب گو کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے، اور بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی رعیتی بہتیرا ہی التجا کرے اس کی طرف مارے غرور کے خیال نہیں کرتے۔ اس لیے رعیتی لوگ اور امیروں کو مانتے ہیں اور ان کا وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں تاکہ انہیں کی خاطر سے التجا قبول ہو بلکہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے۔ وہاں کسی کی وکالت کی حاجت نہیں جو اس کو یاد رکھے۔ وہ آپ ہی اس کو یاد رکھتا ہے۔ کوئی سفارش کرے یا نہ کرے۔ اسی طرح گو کہ وہ سب چیز سے پاک ہے اور سب سے بلند۔ مگر او بادشاہوں کا سا دربار نہیں کہ کوئی رعیتی لوگ وہاں پہنچ نہ سکیں۔ امیر وزیر ہی رعیت پر حکم چلائیں۔ رعیت کے لوگوں کو انہیں کا حکم ماننا ضرور پڑے اور انہیں کا دربار کرنا پڑے۔ بلکہ اپنے بندوں سے بہت نزدیک ہے جو ادنیٰ بندہ اپنے دل سے اس کی طرف متوجہ ہو تو وہیں اس کو اپنے منہ کے آگے پاتے۔ وہاں اپنی غفلت ہی حجاب ہے، اور کچھ پردہ نہیں۔

اللہ سب سے نزدیک ہے جو کوئی اس سے دور ہے سو اپنی غفلت کے سبب سے دور ہے اور وہ سب سے نزدیک۔ پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو پکارتا ہے کہ وہ اس کو اللہ کے نزدیک کر دیں سو یہ نہیں سمجھتا کہ پیر و پیغمبر تو اس سے دور ہیں اور اللہ نہایت نزدیک۔ سو ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک رعیتی آدمی اپنے بادشاہ کے پاس اکیلا بیٹھا ہے اور وہ بادشاہ اسی کی غرض سننے کو متوجہ ہے۔ پھر وہ رعیتی کسی امیر وزیر کو کہیں دور سے پکارے کہ تو میری طرف سے فلانی بات بادشاہ کے حضور میں عرض کر دے۔ سو وہ یا اندھا ہے یا دیوانہ نیز فرمایا کہ ہر مراد اللہ ہی سے مانگیے اور ہر مشکل میں اسی کی مدد چاہے۔ یہ یقین سمجھ لیجیے کہ قلم تقدیر ہرگز نہیں پھرتا اور لکھا ہرگز نہیں مٹتا۔ سارے جہان کے بڑے اور چھوٹے مل کر چاہیں کہ کسی کو کچھ نفع و نقصان پہنچائیں، اللہ کے لکھے سے کچھ بڑھ نہیں سکتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں اولیاء کو اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۵۳ ہے اور بعض دیگر کے ایک نسخہ "تم گے" روپے دیکھی ہے۔

تقدیر کو بدل ڈالیں۔ جس کی تقدیر میں اولاد نہیں اس کو اولاد دے دیں۔ جس کی عمر تمام ہو چکی ہو، اس کی عمر بڑھا دیں۔ سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ اپنے ہر بندے کی دعا بھی قبول بھی کر لیتا ہے اور اولیا ساانبیاء کی اکثر۔ مگر دعا کی توفیق دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے اور قبول کرنا بھی دعا بھی کرنی اور مراد بھی ملنی دونوں باتیں تقدیر میں لکھی ہیں۔ تقدیر سے باہر کوئی کام دنیا میں نہیں ہو سکتا اور کچھ کام کرنے کی کسی کو کچھ قدرت نہیں۔ ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا، نبی ہو یا ولی۔ سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اس کی جناب میں دعا کرے، کچھ اور طاقت نہیں رکھتا۔ پھر وہ مالک مختار ہے۔ چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرے، چاہے اپنی حکمت کی راہ سے قبول نہ کرے [1]۔

صرف اللہ پر بھروسا کرو

مشکوٰۃ کے باب التوکل والصبر میں لکھا ہے کہ :۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنِ اتَّبَعَ قَلْبُهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهٗ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ [2]	ابن ماجہ نے عمرو بن العاص سے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک آدمی کے دل کی ہر میدان کی طرف راہ ہے، سو جو کوئی پیچھے ڈالے اپنے دل کو سب راہوں کے تو کچھ پرواہ نہیں رکھتا اللہ کہ کسی جنگل میں تباہ کرے اس کو اور جو کوئی بھروسا کرے اللہ پر تو وہ کفایت کرتا ہے اس کو سب راہوں کی۔

یعنی جب آدمی کو کسی چیز کی طلب ہوتی ہے یا کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو اس کے دل میں ہر طرف خیال دوڑتے ہیں کہ فلانے پیغمبر کو پکاریئے۔ فلانے امام کی مدد چاہیئے۔ فلانے پیر شہید کی منت مانیے، فلانی پری کو مانیے، فلانے نجومی یا رمال سے پوچھیے۔ فلانے ملا سے فال کھلوایئے۔ پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے پڑتا ہے تو اللہ اس سے اپنی قبولیت کی نگاہ پھیر لیتا ہے اور اس کو اپنے پیچھے بندوں

---

[1] تقدیر علم الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ کوئی انسان نہیں جان سکتا کہ اس کی یا کسی دوسرے کی تقدیر میں کیا لکھا ہے اس لیے ہر انسان کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ خدا کے اوامر و نواہی کا پابند رہے اور اس کے فضل سے بھلائی کی اُمید رکھے [2] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۵۲

میں نہیں رکھتا۔ اللہ کی تربیت اور ہدایت کی راہ اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور وہ اسی طرح ان خیالات کے پیچھے دوڑتا ہی دوڑتا تباہ ہو جاتا ہے۔ کوئی دہری ہو جاتا ہے، کوئی ملحد، کوئی مشرک ہو جاتا ہے، کوئی سب سے منکر۔ جو کوئی اللہ ہی پر بھروسا کرتا ہے اور کسی خیال کے پیچھے نہیں پڑتا سو اللہ اس کو اپنے مقبول بندوں میں گن رکھتا ہے، اس پر ہدایت کی راہ کھول دیتے ہیں اور اس کے دل کو چین اور آرام ایسا بخش دیتا ہے کہ خیالات باندھنے والوں کو ہرگز میسر نہیں ہوتا۔ جو کچھ جس کی تقدیر میں لکھا ہے وہ اس کو مل ہی رہتا ہے۔ مگر خیالات باندھنے والا مفت رنج کھینچتا ہے۔ توکل کرنے والا چین و آرام سے پالیتا ہے۔

مشکوٰۃ کی کتاب الدعوات میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَسْئَلْ اَحَدُکُمْ رَبَّہٗ حَاجَتَہٗ کُلَّھَا حَتّٰی یَسْئَالَہُ الْمِلْحَ وَحَتّٰی یَسْئَلَہٗ شِسْعَ نَعْلِہٖ اِذَا انْقَطَعَ۔[1]	ترمذی نے ذکر کیا انس رضی اللہ عنہ سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر کسی کو چاہیے کہ اپنی سب حاجت کی چیزیں اپنے رب سے مانگے۔ یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگے اور جوتی کا تسمہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے۔

یعنی اللہ صاحب کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہ سمجھے کہ بڑے بڑے کام تو آپ کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام اور نوکروں چاکروں کو حوالے کر دیتے ہیں۔ سو لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں ان کی التجا کرنی ضرور پڑتی ہے سو اللہ کے ہاں کا کارخانہ یوں نہیں، بلکہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ ایک ہی آن میں کروڑوں کام چھوٹے اور بڑے درست کر سکتا ہے۔ اس کی سلطنت میں کسی کی قدرت نہیں، سو چھوٹی چیز بھی اسی سے مانگا چاہیے اور کوئی نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے نہ بڑی۔

قرابت کام نہیں دے سکتی | مشکوٰۃ کے باب الخلافت والامارت میں لکھا ہے کہ۔

وَاَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ	بخاری اور مسلم نے نقل کیا ابو ہریرہؓ سے۔ جب اتری یہ آیت کہ ڈرا دے تو اپنی برادری کو جو ناتا رکھتے ہیں تجھ سے، تو پکارا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

[1]: مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۱۹۵ [2] یہ حدیث بجائے محولہ باب کے کتاب الرقاق باب الانذار والتحذیر میں ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَابَتَهُ فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَابَنِيْ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اَوْقَالَ فَاِنِّيْ لَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا بَنِيْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ سَلِيْنِيْ مَاشِئْتِ مِنْ مَّالِيْ فَاِنِّيْ لَآ اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا [1]

نے اپنے ناتے والوں کو پھر اکٹھا کر کے پکارا اور جُدا جُدا بھی، سو فرمایا۔ اے اولاد کعب بن لوی کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ بیشک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارا اللہ کے ہاں کچھ۔ یا یوں فرمایا کہ بیشک میں نہیں کام آنے کا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ۔ اور اے اولاد مرۃ بن کعب کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ میں بیشک نہ کام آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ۔ اے اولاد عبد شمس کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ۔ اے اولاد عبد مناف کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ۔ اے اولاد ہاشم کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ۔ اے اولاد عبد المطلب کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ بیشک میں نہ کام آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ اور اے فاطمہ! بچا تو اپنی جان کو آگ سے۔ مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال۔ نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ۔

---

[1] یہ حدیث باب الخلافۃ والامارۃ میں نہیں ہے بلکہ کتاب الرقاق باب الانذار والتحذیر صفحہ ۲۰۶/۲ پر موجود ہے۔

یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں ان کو اس کی حمایت پر بھروسا ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں۔ سو اس لیے اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے۔ سو انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو۔ سو یہ میرا مال موجود ہے۔ اس میں سے مجھ کو کچھ بخل نہیں۔ اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا۔ سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کچھ معاملہ اپنا اللہ ہی سے صاف نہ کر لے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔

چھٹا باب

شرک فی العبادت

عبادت کی تعریف عبادت کہتے ہیں ان کاموں کو کہ اللہ صاحب نے اپنی تعظیم کے واسطے اپنے بندوں کو بتلاتے ہیں۔ سو اس فصل میں مذکور ہے کہ قرآن و حدیث میں اللہ کی تعظیم کے لوگوں کو کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ اور کسی کے لیے وہ کام نہ کیجیے کہ شرک لازم آئے۔

عبادت صرف اللہ ہی کے لیے ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ○ (۱۱/ ۲۵-۲۶)

فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ ہود میں کہ: بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا یہ بات کہنے کو کہ بیشک میں تم کو ڈرانے والا صاف ہوں، یہ کہ عبادت نہ کرو مگر اللہ کی بیشک میں ڈرتا ہوں تم پر دکھ کے دن کی مار سے۔

یعنی مسلمان اور کافروں میں مقابلہ حضرت نوح ہی کے وقت سے شروع ہوا ہے سو جب ہی سے اس بات پر مقابلہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ کی سی تعظیم اور کی نہ چاہیے اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں وہ اوروں کے واسطے نہ کیجیے۔

سجدہ صرف اللہ کو ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (۴۱/ ۳۷)

اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ حٰم سجدہ میں کہ مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو کہ جس نے پیدا کیا ان کو جو تم اسی کے بندے بنا چاہتے ہو۔ جو آدمی چاہے کہ اللہ ہی کا بندہ بنے تو سجدہ اسی کو کرے اور کسی چاند اور سورج کو نہ کرے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمارے دین میں یوں ہی فرمایا ہے۔ سجدہ کرنا حق خالق ہی کا ہے سو کسی مخلوق کو نہ کیا جائے کہ مخلوق ہونے میں چاند اور سورج، نبی اور ولی برابر ہیں۔ جو کوئی

یہ بات کہے کہ اگلے دینوں میں کسی کسی مخلوق کو بھی سجدہ کرتے تھے۔ جیسے فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو کیا اور یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو۔ تو ہم بھی اگر کسی بزرگ کو کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ سو یہ بات غلط ہے۔ آدمؑ کے وقت کے لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کر لیتے تھے۔ چاہیئے یہ لوگ ایسی ایسی حجتیں لانے والے اپنی بہنوں سے نکاح کریں۔ اصل بات یہی ہے کہ بندے کو اللہ کا حکم ماننا چاہیئے جب اس نے جو حکم فرمایا اس کو جان و دل سے قبول کر لینا چاہیئے اور حجت نہ نکالے کہ اگلے لوگوں پر تو یہ حکم نہ تھا ہم پر کیوں ہوا؟ ایسی حجتیں لانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے ملک میں ایک مدت تک ایک حکم جاری کیا۔ پھر اس کے بعد ایک اور حکم جاری کیا پھر جو کوئی یہ کہنے لگے کہ ہم پہلے ہی حکم پر چلے جائیں گے پچھلا حکم نہیں مانتے، سو وہ بھی باغی ہو جاتا ہے۔

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے!

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ (۷۲ / ۱۸-۲۰)

اور فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ جن میں: اور بیشک سجدے اللہ ہی کو ہیں، سو نہ پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو اور یہ کہ جب کھڑا ہوتا ہے بندہ اللہ کا کہ پکارے اس کو تو لوگ قریب ہے کہ ہو جاویں اس پر ٹھٹھ کہہ: میں تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو اور نہیں شریک سمجھتا اس کا کسی کو۔

یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اپنے پاک دل سے اس کو پکارتا ہے تو بے وقوف لوگ یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا یہ جس کو چاہے دیوے جس سے چاہے چھین لے۔ سو اس بات کی امید کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں۔ سو اس بندہ کو چاہیئے کہ یہی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے اور نفع اور نقصان کی امید رکھنی اسی سے چاہیئے۔ کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے اور شریک اور شرک سے میں بیزار ہوں۔ سو جو کوئی یہ چاہے کہ یہ معاملہ مجھ سے کرے اور میں اس سے راضی ہوں، یہ ہرگز ممکن نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ادب سے کھڑا ہونا، اس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا انہیں کاموں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرا لئے ہیں۔ اور[1] کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

---

[1] یعنی دوسرا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ ۲۲ : ۲۷-۲۹

اور فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ حج میں: خبر کر دے لوگوں میں حج کی کہ چلے آویں گے تیرے پاس پیادے اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر کہ چلے آتے ہیں دُور دُور کے رستے سے کہ آ پہنچیں اپنے فائدوں کی جگہوں میں اور یاد کریں اللہ کا نام کئی معین دنوں میں اس چیز پر کہ دیا ہے اس نے ان کو مویشی اور چوپاؤں میں سے، سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ بدحال محتاج کو۔ پھر چاہیے کہ تمام کریں میل کچیل اپنا اور پوری کریں منتیں اپنی اور طواف کریں اس قدیم گھر کا۔

شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے | یعنی اللہ صاحب نے اپنی تعظیم کے لیے بعضے بعضے مکان ٹھہرائے ہیں جیسے کعبہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، مروہ، صفا، مقام ابراہیم اور ساری مسجد الحرام بلکہ سارا مکہ معظمہ بلکہ سارا حرم اور لوگوں کے دلوں میں وہاں جانے کا شوق ڈال دیا ہے۔ کہ ہر طرح سے خواہ سوار ہو، خواہ پیادہ دُور دُور سے قصد کرتے ہیں رنج اور تکلیف سفر کی اُٹھا کے میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچتے ہیں۔ اور اس کے نام جانور ذبح کرتے ہیں، اپنی منتیں ادا کرتے ہیں[1]۔ اور اس کا طواف کرتے ہیں۔ اپنے مالک کی تعظیم جو دل میں بھر رہی ہے، وہاں جاکر خوب نکالتے ہیں۔ کوئی چوکھٹ چومتا ہے کوئی دروازے کے سامنے دعا کر رہا ہے۔ کوئی غلاف پکڑے ہوئے التجا کر رہا ہے، کوئی اس کے پاس اعتکاف کی نیت سے بیٹھ کر رات دن اللہ کی یاد میں مشغول ہے، کوئی ادب سے کھڑا اس کو دیکھ ہی رہا ہے[2]۔

غرض اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم کے کرتے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے، ان کو دین و دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے سو اس قسم کے کام کسی اور کی تعظیم کیلئے نہ کیا چاہئیں کسی کی قبر یا چلے یا کسی کے تھان پہ

---

[1] شیخ الاسلام والے قلمی نسخے اور کلکتہ والے ٹائپ شدہ نسخے میں اس جگہ یہ فقرہ بھی ہے: پھر میل کچیل دھو کے، نہا دھو کے پاک کپڑے نئے پہن کر اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں۔

[2] حضرت شاہ شہیدؒ کے اس بیان سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کتاب (تقویۃ الایمان) حج سے تشریف آوری کے بعد لکھی گئی ہے کیونکہ ایسی صراحت حج سے تشریف آوری کے بعد ممکن تھی۔ واللہ اعلم۔

دُور دُور سے قصد کرنا سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کیلیے ہو کر وہاں پہنچنا وہاں جاکر جانور چڑھانے منتیں پوری کرنی، کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا، اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدہ کی توقع رکھنا، یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہیئے۔ کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے۔

مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللہ حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ (٦/١٤٥)

فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۃ انعام میں: گناہ کی چیز کہ مشہور کی گئی ہو اللہ کے سوا اور کی بندگی کے۔

یعنی جیسے سور اور لہو اور مردار ناپاک اور حرام ہے، ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک اور حرام ہے کہ خود گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کا ٹھہرایا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹھہرایئے، اور وہ جانور حرام اور ناپاک۔ اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی مخلوق کا نام لیجیے جب حرام ہو۔ بلکہ اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ گائے سید احمد کبیر[1] کی ہے یا یہ بکرا شیخ سدو[2] کا ہے، سو وہ حرام ہو جاتا ہے پھر کوئی جانور ہو، مرغی یا اُونٹ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے، ولی کا یا نبی کا، باپ کا یا دادے کا، بھوت کا یا پری کا وہ سب حرام ہے اور ناپاک، اور کرنے والے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے،

حکم صرف اللہ کے لیے ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ

اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ یوسف میں حضرت یوسفؑ نے قید خانے میں ساتھی قیدیوں سے کہا اے رفیقو قید خانے کے! کیا کئی مالک جُدی جُدی بہتر ہیں یا اللہ اکیلا زبردست نہیں مانتے ہو تم ورے اس کے مگر کئی ناموں کو ٹھہرائے

---

[1] اسی طرح سید احمد کبیر کی گائے۔

[2] مرشیخ سدو: مستورات کا ایک فرضی پیر جس کے نام پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔

وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (۱۲/۳۹ یوسف)

ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کچھ سند۔ نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے۔ اس نے تو حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوائے مت مانیو۔ یہی ہے دین مضبوط، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یعنی اول تو غلام کے کئی مالک ہونے بہت نقصان کرتا ہے بلکہ ایک مالک زبردست چاہیئے کہ سب مرادیں اس کی پوری کر دے، سب کاروبار اس کے بنا دے، دوسرے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں۔ وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ مینہ برسانا کسی اور کے اختیار میں ہے، دانا اگانا کسی اور کے، اولاد کوئی اور دیتا ہے اور تندرستی کوئی اور۔ پھر آپ ہی ان کے نام ٹھہرا لیتے ہیں۔ فلانے کام کے مختار کا نام یہ اور فلانے کام کا یہ۔ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں۔ پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے اور پچھلے[1] لوگوں کا خیال باپ دادوں سے سنتے سنتے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ سب محض اپنے غلط خیالات ہیں۔ کچھ ان کی حقیقت نہیں۔

من گھڑت نام شرک ہیں وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی ہے اور نہ کسی کا یہ نام۔ اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں۔ سو سب خیال ہی خیال ہے۔ اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک و مختار نہیں۔ جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے، محمدؐ یا علیؓ نہیں اور جس کا نام محمدؐ یا علیؓ ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمدؐ یا علیؓ ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے۔ سو اس قسم کے خیالات باندھنے کا تو اللہ نے حکم نہیں دیا۔ کسی کا حکم اس کے مقابل میں معتبر نہیں۔ بلکہ اللہ نے تو ایسے خیالات باندھنے سے منع کیا ہے اور وہ کون ہے کہ اس کے کہنے سے ان باتوں کا اعتقاد ہو؟ یہی پکا دین ہے کہ اللہ ہی کے حکم پر چلیے اور کسی کا حکم اس کے مقابل ہرگز نہ مانیئے۔ لیکن اکثر لوگ اس راہ نہیں چلتے بلکہ اپنے بڑوں کی رسموں کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں[2]۔

---

[1] یہ فقرہ "اور پچھلے ... ہو جاتا ہے" صرف ۱۲۵۲ھ والے قلمی نسخے اور ۱۲۰۰ھ والے ٹائپ کے نسخے میں ہے پچھلے لوگوں سے مراد ہے بعد کے لوگ، پیچھے آنے والے لوگ۔ اختلاف [2] یعنی اللہ کے حکم کے مقابلے میں مقدم رکھتے ہیں

خود ساختہ رسمیں شرک ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا، یہ بھی انہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔[1] پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے[2] کہ جو کوئی کسی امام کی یا مجتہد کی یا غوث و قطب کی یا مولوی و مشائخ کی یا باپ دادوں کی یا کسی بادشاہ وزیر کی یا پادری و پنڈت کی بات کو اور ان کی راہ و رسم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور آیت و حدیث کے مقابل میں اپنے پیر و استاد کے قول کی سند پکڑے یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع کا حکم ہے۔ اور ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات ان کی امت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے۔ پھر جو کسی کی بات اس کی خبر کے موافق ہو تو مانیئے اور جو موافق نہ ہو تو نہ مانیئے،

لوگوں کو تعظیماً سامنے کھڑا رکھنا ممنوع ہے

مشکوٰۃ کے باب القیام میں لکھا ہے کہ:-

اَخرَجَ التِّرمَذِیُّ عَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَہُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ[3]

ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا معاویہؓ سے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جس شخص کو خوش آئے کہ تصویر کی طرح کھڑے رہیں لوگ اس کے روبرو، سو ٹھہرائے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں۔

یعنی جو شخص چاہے کہ اس کے روبرو لوگ ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے رہیں، نہ ہلیں نہ جلیں نہ بولیں، نہ ادھر اُدھر دیکھیں، بلکہ تصویر کی طرح بن جاویں سو وہ شخص دوزخی ہے۔ کیونکہ وہ شخص دعویٰ خدائی کا رکھتا ہے۔ جو تعظیم کہ اللہ کی خاص ہے کہ اس کے بندے اس کے روبرو نماز میں ہاتھ باندھ کے ادب سے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم سند نہیں بن سکتا۔ جو شخص مخلوق میں سے کسی کے حکم یا راہ و رسم کو سند سمجھے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے

[2] یعنی رسول ہی کے خبر دینے سے اللہ کے بندوں تک پہنچتے ہیں۔

[3] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۰۳۔ یہ روایت ترمذی کے علاوہ ابو داؤد میں بھی ہے۔

کھڑے ہوتے ہیں سو وہی اپنے لیے چاہتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبرو ادب سے کھڑے رہنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں سو اور کسی کے لیے نہ کیا چاہیئے۔

بتوں اور تھانوں کی پوجا شرک ہے

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الفتن میں لکھا ہے کہ[1]:

اَخْرَجَ التِّرْمَذِیُّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِی الْاَوْثَانَ۔

ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا ثوبان نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہیں آنے کی قیامت یہاں تک کہ مل جاویں کتنی قومیں میری امت میں سے مشرکین میں اور یہاں تک کہ پوجنے لگیں کئی قومیں میری امت میں سے تھانوں کو

یعنی شرک دو طرح کا ہوتا ہے: ایک تو یہ کہ کسی کے نام کی صورت بنا کر پوج لے اس کو عربی زبان میں صَنَمْ کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کسی تھان کو مانے۔ یعنی کسی مکان کو یا درخت کو یا کسی پتھر کو یا لکڑی کو یا کاغذ کو کسی کے نام کا ٹھہرا کر پوجے۔ اس کو زبان عربی میں وَثَنْ کہتے ہیں۔ اس میں داخل ہے قبر، کسی کا چلہ اور لحد، کسی کے نام کی چھڑی، تعزیہ، علم، شدہ[2] اور امام قاسم اور پیر دستگیر کی مہندی عام کا چبوترہ، استاد اور پیروں کے بیٹھنے کی جگہ کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ وہاں جا کر نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں۔ اسی طرح شہید کے نام کا طاق، نشان اور توپ جس کو بکرا چڑھاتے ہیں اور اس کی قسم کھاتے ہیں۔ اسی طرح بعضے مکان مرضوں کے نام سے مشہور کرتے ہیں جیسے سیتلا کا تھان یا مسانی یا بھوانی کا یا کالی کا یا کالکا یا براہمنی[3] کا غرضکہ یہ سب وَثَن ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۶۴-۴۶۵۔

[2] وہ جھنڈا جو شہدائے کربلا کی یادگار میں تعزیوں کے ساتھ نکالتے ہیں۔

[3] یہ ہندوؤں کی مختلف دیویاں ہیں:

سیتلا: چیچک کی دیوی۔ چیچک نکل آنے پر دفع مرض کیلئے اس دیوی کی پوجا کی جاتی ہے۔

مسانی: ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق سیتلا کی سات بہنیں تھیں جن میں سے ایک کا نام مسانی تھا۔ اسے کھسرہ یا چھوٹی بہن کی دیوی کہا جاتا تھا۔ (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مسلمان جو قیامت کے نزدیک مشرک ہو جائیں گے، ان کا شرک اسی قسم کا ہوگا کہ ایسی چیزوں کو مانیں گے، برخلاف اور مشرکوں کے جیسے ہندو یا مشرکین عرب کہ اکثر صنم پرست ہیں یعنی مورتوں کو مانتے ہیں۔ سو دونوں مشرک ہیں، اللہ سے پھرے ہوئے، رسول کے دشمن۔

ذبح بغیر اللہ لعنت کا باعث ہے

مشکوٰۃ کے کتاب الصید والذبائح میں لکھا ہے کہ:۔

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِی الطُّفَیلِ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخْرَجَ صَحِیفَةً فِیهَا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیرِ اللّٰهِ [1]	مسلم نے ابی الطفیل سے نقل کیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکالی۔ اس میں لکھا تھا کہ لعنت کری اللہ نے اس شخص کو کہ ذبح کرے واسطے غیر اللہ کے۔

یعنی جو کوئی اللہ کے سوا کسی اور کے نام کا جانور کرے سو وہ ملعون ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک کتاب میں کئی حدیثیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھ رکھی تھیں سو انہی میں کی یہ بھی ہے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے نام کا جانور کرنا یہ بھی انہی کاموں میں سے ہے کہ اللہ نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں۔ اسی کے نام پر کرنا چاہیئے اور [2] کسی کے نام پر کرنا شرک ہے۔

قرب قیامت کی علامتیں

مشکوٰۃ کے باب "لَاتَقُومُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ" میں لکھا ہے کہ:۔

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ۔	مسلم نے ذکر کیا کر نقل کیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) کبھوانی۔ کالی اور کالکا بھی ہندوؤں کی مختلف دیویاں ہیں۔

براہی۔ ہندوؤں میں بیماریوں کی ایک دیوی کا نام ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے تاکہ بیماریاں رفع ہو جائیں۔
ممکن ہے کسی شخص کے دل میں سوال پیدا ہو کہ شاہ شہیدؒ نے ہندوؤں کی رسموں کا ذکر کیوں کیا؟ جواب یہ ہے کہ یہ رسمیں ہندوؤں کی پیروی میں جا بجا مسلمانوں نے بھی اختیار کر لی تھیں۔ جیسا آگے چل کر خود [illegible] ہے۔

[1] [illegible] ۃ طبع مجتبائی۔ [2] او[illegible] یعنی دوسرے۔

يُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ اِنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتُوُفِّيَ كُلُّ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَّا خَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَآئِهِمْ[1]

عنہا سے کہ: سُنا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے: نہیں تمام ہونے کے رات اور دن یعنی قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ پوجیں لات اور عزّٰی کو۔ سو کہا میں نے اے پیغمبر خدا! بیشک میں جانتی تھی کہ جب اُتاری اللہ نے یہ آیت هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى ... الخ کہ بیشک یوں ہی رہے گا آخر تک فرمایا: بیشک ہوگا[2] اسی طرح جب تک چاہے گا اللہ پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی، جان نکال لے گی جس کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانہ بھر ایمان، سو رہ جاویں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔ سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔

یعنی اللہ صاحب نے سورۃ براۃ میں فرمایا ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر، اگرچہ مشرک لوگ بہتیرا ہی بُرا مانیں سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے سمجھا کہ اس سچے دین کا زور قیامت تک رہے گا۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر ہوگا۔ جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا، مر جاویں گے اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔ یعنی نہ اللہ کی تعظیم، نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق۔ بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے۔ سو اسی طرح شرک میں پڑ جاویں گے۔ کیوں کہ اکثر پُرانے باپ دادے جاہل اور شرک کرنے والے ہی ہو گزرے ہیں جو کوئی ان کی راہ رسم کی سند پکڑے آپ بھی مشرک ہو جاوے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا۔ سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا۔ یعنی جیسا مسلمان لوگ اپنے نبی اور ولی، امام اور شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے

---

[1] یہاں بعض نسخوں میں "ہوگا" کی جگہ "رہے گا" ہے لیکن اس اختلاف سے مطلب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

[2] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۸۱۔

ہیں، اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے۔ کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں جیسا کہ برہمن سے پوچھنا شگون لینا۔ ساعت ماننا۔ سیتلا مسانی پوجنا، ہنومان، لونا چماری[1]، کلوا پیر کی دہائی دینی، ہولی دوالی کا تیوہار کرنا۔ نوروز و مہرجان[1] کی خوشی کرنی، قمر در عقرب[1]، تحت الشعاع کا اعتبار کرنا۔ یہ سب رسمیں ہنود و مجوس کی ہیں کہ مسلمانوں میں رواج پا گئی ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کی راہ اسی طرح کھلے گی کہ قرآن و حدیث چھوڑ کر باپ دادوں کی رسموں کے پیچھے پڑیں گے۔

تھان پوجا بدترین لوگوں کا کام ہے

مشکوٰۃ کے باب لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ میں لکھا ہے کہ

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ فَیَطْلُبُہٗ فَیُہْلِکُہٗ ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ رِیْحًا بَارِدَۃً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا یَبْقٰی عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ اِیْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْہُ فَیَبْقٰی شِرَارُ النَّاسِ فِیْ خِفَّۃِ الطَّیْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا یَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَّلَا یُنْکِرُوْنَ مُنْکَرًا فَیَتَمَثَّلُ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ فَیَقُوْلُ اَلَا تَسْتَحْیُوْنَ فَیَقُوْلُوْنَ فَمَاذَا تَاْمُرُنَا فَیَاْمُرُھُمْ بِعِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ وَھُمْ فِیْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُھُمْ حَسَنٌ عَیْشُھُمْ[2]

مسلم نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکلے گا دجال، سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈے گا اس کو پھر تباہ کر دے گا اس کو پھر بھیجے گا اللہ ہوا ٹھنڈی شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان مگر کہ مار ڈالے گی اس کو، پھر باقی رہ جائیں گے بُرے بُرے لوگ بے قوفی میں جیسے جانور پرندا اور پھاڑ کھانے کی فکر میں۔ نہ اچھی سمجھتے ہیں کسی اچھی بات کو نہ بُری سمجھتے ہیں کسی بُری بات کو۔ پھر بھیس بدل کر آئے گا ان کے پاس شیطان سو کہے گا: تم کو شرم نہیں آتی؟ سو کہیں گے تو کیا بتاتا ہے ہم کو۔ سو بتا دیگا ان کو پوجنا تھانوں کا اور اسی حال میں چلی آئے گی روزی، اچھی طرح گزرے گی زندگی۔

---

[1] لونا چماری بنگال کی مشہور جادوگرنی تھی۔ مہرجان: پارسیوں کی عید۔ [1] قمر در عقرب: برج عقرب کا چاند میں داخل ہونا منحوس سمجھا جاتا تھا۔ [1] شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "فی خفۃ الطیر واحلام السباع" کا ترجمہ کیا۔ سبکی میں پرندے اور رگرانی میں درندے۔ اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ لوگ فسق و فساد پھیلانے اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں پرندوں کی طرح تیز رفتار اور سبک ہوں گے اور ظلم و خونریزی میں درندوں طرح گراں اور سخت۔ [2] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۸۱۔

یعنی آخر زمانے میں ایمان دار لوگ مر جاویں گے اور محض بے وقوف لوگ رہ جاویں گے کہ رات دن پیٹ کے مال کمانے کی فکر میں ہیں۔ نہ بھلا سمجھیں نہ بُرا۔ پھر شیطان بتا دے گا کہ محض بے دین ہو جانا بڑی شرم کی بات ہے۔ سو دین کا شوق ہو گا مگر اللہ اور رسولؐ کے کلام پر نہ چلیں گے بلکہ اپنی عقل سے دین کی راہ نکالیں گے۔ سو شرک میں پڑ جاویں گے۔ اور اس حالت میں بھی ان کو روزی کی کشائش اور زندگی کا آرام مل جاوے گا۔ وہ اس سبب سے اور زیادہ شرک میں پڑیں گے کہ جُوں جُوں ہم ان کو مانتے ہیں ووں ووں مرادیں ملتی ہیں۔

سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیے کہ بعضے وقت بندہ شرک میں پڑا ہوتا ہے اور اس کے غیر سے مرادیں مانگتا ہے۔ اللہ اس کے بہلانے کو مرادیں پوری کرتا ہے اور وہ یوں سمجھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں سو مراد ملنے نہ ملنے کا اعتبار نہ کیجیے اور سچا دین توحید کا اس لیے نہ چھوڑ دیجیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جاوے۔ محض بے حیا ہی بن جاوے۔ پرایا مال کمانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی بُرائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوائے اور کسی کو ماننے سے بہتر ہے۔ کیونکہ شیطان وہ باتیں چھڑا کر یہ بات سکھاتا ہے۔[1]

بتوں کا طواف مشکوٰۃ کے باب لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ میں لکھا ہے کہ:

وَاَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ اَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ

بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہؓ نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں آئے گی قیامت یہاں تک کہ ہلیں سرین دوس کی عورتوں کے گرد ذی خلصہ کے

دوس نام ہے عرب کی ایک قوم کا۔ ان میں ایک بت تھا جس کا نام ذی خلصہ تھا۔ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں برباد ہو گیا تھا۔ مگر فرمایا کہ قیامت کے نزدیک اس کو لوگ پھر ماننے لگیں گے اور عورتیں اس کے گرد طواف کریں گی۔ سو ان کے سرین [illegible] حرکت کرتے نظر آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ [illegible] کا طواف کرنا شرک کی بات ہے اور کافروں کی رسم ہے اسے ہرگز نہ کیا چاہئے[2]

---

[1] اس عبارت سے یہ مقصد [illegible] کہ بھلائی برائی کا امتیاز نہ ہو جائے۔ خدانخواستہ یہ مقصود نہیں کہ شرک سے احتراز کے ساتھ گناہ کرنے میں مضائقہ [illegible] وَذُو الْخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِي كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ [illegible] بت تھا جس کی ایام جاہلیت میں پرستش ہوتی تھی۔

ساتواں باب

عادات میں شرک

یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا مذکور ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اپنے دنیا کے کاموں میں جیسا معاملہ اللہ سے رکھتا ہے اس کی تعظیم طرح طرح سے کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اور کسی سے نہ کرے۔

شیطان کی وسوسہ اندازی

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۭ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝ (۴/۱۱۷ تا ۱۲۱)

فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ نساء میں: نہیں پکارتے وے اللہ سے مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو کہ لعنت کی اس کو اللہ نے اور اس نے کہا کہ بیشک میں الگ نکالوں گا تیرے بندوں میں سے ایک حصہ اور بیشک بے راہ کروں گا ان کو اور خیالات میں ڈالوں گا ان کو، سو کاٹیں گے جانوروں کے کان اور بیشک سکھاؤں گا میں ان کو، سو بدل ڈالیں گے صورت بنائی ہوئی اللہ کی اور جس نے ٹھہرایا شیطان کو حمایتی اللہ کو چھوڑ کر سو بیشک صریح ٹوٹے میں پڑا۔ وعدہ دیتا ہے ان کو اور خیالات میں ڈالتا ہے ان کو جو اور وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو محض دغا ہے۔ ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور نہ پاویں اس سے چھٹکارا۔

یعنی اللہ کے سوائے جو اور لوگوں کو پکارتے ہیں سو اپنے خیال میں عورتوں کا تصور باندھتے ہیں۔ پھر کوئی حضرت بی بی کا نام ٹھہرالیتا ہے، کوئی بی بی آسیہ، کوئی بی بی آنا ولی، کوئی لال پری، کوئی سیاہ پری، کوئی سیتلا، کوئی مسانی اور کالی کا غرضیکہ ایسے ہی خیالات باندھتے ہیں اور وہاں حقیقت میں نہ کوئی عورت ہے، نہ کوئی مرد محض اپنا خیال ہے اور شیطان کا وسواس، جو کبھی سر پہ چڑھ کر بولتا ہے اور کوئی کبھی کرشمہ

دکھا دیتا ہے سو وہ شیطان ہے۔ سو سب ان کی نذریں نیازیں اسی کو پہنچتی ہیں۔ سو اپنے خیال میں تو ان کو دیتے ہیں حقیقت میں شیطان لے لیتا ہے اور ان کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ نہ دین کا نہ دنیا کا کیونکہ شیطان اللہ کی درگاہ سے راندا ہُوا ہے، سو اس سے دین کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ انسان کا دشمن، اس کا کب بھلا چاہے۔ بلکہ وہ تو اللہ کے رُوبرُو کہہ چکا ہے کہ بہت سارے تیرے بندوں کو اپنا بندہ بناؤں گا اور ان کو گمراہ کروں گا۔ کہ اپنے خیالات کو مانیں گے۔ جانور میرے نام کے ٹھہراویں گے اور ان پر میری نیاز کا نشان کریں گے۔ جیسے جانور کا کان چیرنا یا کان کاٹنا۔ یا اس کے گلے میں ناڑا ڈالنا، ماتھے پر مہندی لگانا، منہ پر سہرا باندھنا، منہ کے اندر پیسہ رکھنا، غرض کہ جو کچھ کسی جانور پر نشان کر دیجئے اس بات کا کہ فلانے کی نیاز ہے، وہ سب اس میں داخل ہے۔ یہ بھی شیطان نے کہا ہے کہ ان کو میں سکھاؤں گا کہ اللہ کی صُورت بنائی ہوئی بدلیں گے۔ یعنی جیسی اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی صورت بنا دی ہے اس کو بدل ڈالیں گے۔ کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھے گا، کوئی کسی کے نام پہ ناک چھدائے گا، کوئی داڑھی منڈا کر خوبصورتی دکھاوے گا، کوئی چار ابرو کی صفائی دے کر فقیری جتلائے گا۔ یہ سب شیطان کے وسواس ہیں، اللہ اور رسول کے خلاف۔ سو جس نے اللہ سے کریم کو چھوڑ کر شیطان سے دشمن کی راہ پکڑی، سو صریح غبن کھایا، کیونکہ شیطان اوّل تو دشمن، دوسرے سوائے وسواس ڈالنے کے کچھ قدرت بھی نہیں رکھتا۔ سو وہ یہی کرتا ہے کہ کچھ وعدے جھوٹے دیتا ہے کہ فلانے کو مانو گے تو یہ ہوگا۔ فلانے کو مانو گے تو یوں ہوگا اور دُور دُور کی آرزوئیں جتاتا ہے کہ اتنے روپے ہوں تو ایسا باغ بنے اور محل تیار ہو۔ سو وہ ہاتھ نہیں لگتے ہیں۔ آدمی گھبرا کر اللہ کی راہ بھول جاتا ہے اور ان کی طرف دوڑنے لگتا ہے۔ ہوتا ہے وہی جو اللہ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے نہ کسی کے ماننے سے کچھ ہو نہ خیالات باندھنے سے[1]۔ بلکہ یہ سب شیطان کا وسواس ہے اور اس کی دغا بازی۔ آخر انجام ان باتوں کا یہی ہے کہ آدمی اللہ سے پھر جاتا ہے اور شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اصل دوزخی بن جاتا ہے۔ ایسا شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے کہ بہتیرا ہی چاہے، چھوٹے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا۔

---

[1] عام نسخوں میں ہے "کسی کے ماننے نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا۔" ۱۲۵۲ھ کے قلمی نسخے اور ۱۲۸۰ھ ہجری کے مطبوعہ نسخے میں فقرے کی صورت وہ ہے جو متن میں درج ہے اور یہی صورت اقرب الی الصحت معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اولاد کے سلسلے میں شرک کی رسمیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :- هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (۱۸۹-۱۹۰)

اور کہا اللہ تعالیٰ نے :- سورۂ اعراف میں : اللہ وہ ہے کہ جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور بنایا اسی سے جوڑا اس کا کہ چین پاوے اس سے ۔ پھر جب اس نے ڈھانپ لیا اس کو پیٹ رہ گیا اس کو ہلکا سا ۔ پھر گزر گئی اس طرح پھر جب بوجھل ہوئی تو دونوں پکارنے لگے اپنے مالک اللہ کو جو بخش دے ہم کو تو اچھا بچہ تو بیشک ہوویں ہم حق ماننے والے ۔ پھر جب دیا ان کو اچھا بچہ ٹھہرانے لگے اس کے شریک اسی چیز میں کہ اس نے دیا ان کو سو بہت دور ہے اللہ ان کے شریک بنانے سے

یعنی اول بھی انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور اسی نے جورو بھی دی ۔ خاوند جورو میں اُلفت ڈال دی ۔ اب اولاد کی امید ہوتی ہے تو اس کو پکارتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں جو اولاد اچھی بھلی ہم دے تو اللہ کا بہت حق مانیں ۔ پھر جب وہ اولاد بخشتا ہے تو اوروں کو ماننے لگتے ہیں ۔ اور ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں ۔ کوئی کسی قبر پہ جاتا ہے ، کوئی کسی کے تھان پر ، کوئی کسی[1] کی چوٹی رکھتا ہے ، کوئی کسی کی بدھی پہناتا ہے ۔ کوئی کسی کی بیڑی[2] ڈالتا ہے ، کوئی کسی کا فقیر بنتا ہے ۔ کوئی نام رکھتا ہے نبی بخش ، کوئی امام بخش[3] ، کوئی علی بخش ، کوئی پیر بخش ، کوئی سیتلا بخش ، کوئی گنگا بخش ، سو اللہ تو کچھ ان کی نذر و نیاز کی پروا نہیں رکھتا ۔ وہ بہت بڑا بے پرواہ ہے ۔ مگر وہ لوگ آپ ہی مردود ہو جاتے ہیں ۔

کھیتی باڑی میں شرک کی رسمیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :- وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا

اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ انعام میں کہ لوگ ٹھہراتے

---

[1] بعلی حجّی [2] کسی کے نام کی ۔ [3] منت کا ڈورا یا زنجیر ۔ جب منت کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو نذر نیاز کے بعد بیڑی اتارتے ہیں ۔ اصطلاح میں اسے بیڑی بڑھانا کہتے تھے ۔

[3] بعض نسخوں میں "امام بخش" کے بجائے "خواجہ بخش" ہے ۔

ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (۶ / ۱۳۶)

ہیں اللہ کا اس چیز میں سے کہ اس نے وہ پیدا کیا ہے کھیتی اور مواشی سے ایک حصہ۔ سو کہتے ہیں بہ خیال میں کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا، سو جو ٹھہرا ان شریکوں کا، وہ نہ مل جاوے اللہ کی طرف اور جو ٹھہرایا اللہ کا، وہ مل جاوے ان کی طرف بہت بُرا حکم کرتے ہیں۔

یعنی سب کھیتی اور مواشی اللہ ہی نے پیدا کیے ہیں اور کسی نے نہیں کیے۔ پھر اس میں سے جس طرح اس کی نیاز نکالتے ہیں، اسی طرح اوروں کی بھی نیاز کرتے ہیں بلکہ اوروں کی نیاز کی جتنی احتیاط اور ادب کرتے ہیں، اتنی اس کی نہیں کرتے[1]

چارپایوں میں شرک کی رسمیں،

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :- وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (۶ / ۱۳۸)

اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ انعام میں کہ کہتے ہیں یہ مواشی اور کھیتی اچھوتی ہے نہ کھاویں اس کو مگر وہی کہ چاہیں ہم اس کو محض اپنے خیال سے اور بعضے مواشی ہیں کہ منع ہے سواری اس کی اور بعضے ہیں کہ نہیں مذکور کرتے اللہ کا نام اس پر یہ سب جھوٹ باندھا ہے اللہ پر۔ سو وہ سزا دیوے گا ان کو بسبب جھوٹ باندھنے کے۔

یعنی لوگ محض اپنے خیال سے ٹھہرا لیتے ہیں کہ فلانی چیز اچھوتی ہے۔ اس کو فلانا کھاوے اور فلانا نہ کھاوے اور بعضے جانوروں پر لادنے سے اور سواری سے منع کرتے ہیں کہ یہ فلانے کی نیاز کا ہے اس کا ادب کیا چاہیے۔ بعضے جانوروں کو اللہ کے نام کا نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ کسی اور کے نام کا تبلاتے ہیں۔ پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ان باتوں سے اللہ خوش ہوتا ہے اور مرادیں دیتا ہے۔ سو یہ سب جھوٹ ہے اس

---

[1] سنہ ۱۲۵۲ ہجری کے قلمی نسخے اور سنہ ۱۲۹۲ ہجری کے مطبوعہ نسخے میں یہ فقرہ یوں ہے: جیسے اس کی نیاز نکالتے ہیں اوروں کی بھی نکالتے ہیں۔

کی سزا پاویں گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○

اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ مائدہ میں کہ نہیں ٹھہرایا اللہ نے کوئی بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی لیکن کافر لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور اکثر وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

یعنی جو جانور کسی کے نام کا ٹھہراتے تھے اس کا کان پھاڑ دیتے تھے، اس کو بحیرہ کہتے تھے۔ جو سانڈھ کرتے تھے اس کو سائبہ کہتے تھے، اور جو کسی کی منت مانتے کہ فلانے جانور کا بچہ اگر نر ہووے تو ہم اس کی نیاز کر دیویں، پھر جو اکٹھا نر و مادہ ہوتا تو نر کو بھی نیاز نہ چڑھاتے کہ مادہ کے ساتھ مل کر وہ بھی نیاز نہ ٹھہرا۔ اس طرح کو وصیلہ کہتے تھے۔ جس جانور کی پشت سے دس بچے ہو لیتے، اس پر لادنا، چڑھنا موقوف کر دیتے۔ اس کو حامی کہتے تھے، سو فرمایا کہ یہ سب باتیں اللہ نے نہیں فرمائیں۔ یہ انہوں نے اپنی بے وقوفی سے رسمیں باندھ لی ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی جانور کسی کے نام کا ٹھہرا رکھنا، کچھ اس کا نشان اس پر لگا دینا اور یہ معین کرنا کہ فلانے کی نیاز گائے ہی ہوتی ہے، فلانے کی بکری اور فلانے کی مرغی یہ سب رسمیں بیوقوفی کی ہیں اور خلاف اللہ کے حکم کے۔

حلال وحرام میں اللہ پر افتراء

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ○

اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ نحل میں، نہ کہو جھوٹی باتیں کہ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں کہ یہ کیا چاہیئے اور یہ نہ کیا چاہیئے، کیا باندھتے ہو اللہ پر جھوٹ۔ بیشک جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ وہ مراد نہیں پاتے۔

یعنی اپنی طرف سے جھوٹ مت ٹھہرا لو کہ فلانا کام کیجیے اور فلانا کام نہ کیجیے کہ کسی کام کو روا یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے۔ سو اس میں اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ یہ خیال باندھنا کہ فلانے کام کو یوں کیجیے تو مرادیں ملتی ہیں اور نہیں تو کچھ خلل ہو جاتا ہے۔ سو یہ خیال غلط ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے کبھی مراد نہیں ملتی۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ محرم کے مہینے میں پان نہ کھایا چاہیئے لال کپڑا نہ پہنے حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھاویں۔ جب ان کی نیاز کیجیے تو اس میں بالضرور فلانی فلانی ترکاریاں ہوں مسّی اور مہندی ہو۔ اس کو لونڈی نہ کھائے جس عورت نے دُوسرا خاوند کیا ہے وہ بھی نہ کھائے۔ اور جو نیچ قوم کا ہو یا بدکار ہو وہ بھی نہ کھاوے شاہ عبدالحق کا توشہ حلوا ہی ہوتا ہے۔ اس کو احتیاط سے بنایئے اور حقہ پینے والے کو نہ دیجیے۔ اور شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی چڑھتا ۔ بوعلی قلندر کی سُرمنی ، اصحاب کہف کی گوشت روٹی۔ بیاہ میں فلانی فلانی رسمیں ضرور ہیں اور موت میں فلانی فلانی۔ موت کے بعد نہ آپ شادی کیجیے ، نہ کسی کی شادی میں بیٹھیے ، نہ اچار ڈالیئے ۔ فلانے لوگ نیلا کپڑا نہ پہنیں۔ سو سب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار اللہ کی حکومت کی شان میں دخل کرتے ہیں کہ ایک شرع اپنی جُدی قائم کرتے ہیں۔

ستاروں میں تاثیر ماننا شرک ہے

مشکوٰۃ کے باب الکہانت میں لکھا ہے کہ :

اَخْرَجَ الشَّیْخَانُ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَّةِ عَلٰی اَثَرِ سَمَآءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوَاکِبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ وَ

بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ زید بن خالد نے نقل کیا کہ : نماز پڑھائی ہم کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کی حدیبیہ میں پیچھے مینہ کے کہ رات کو برسا تھا پھر جب پڑھ کے بیٹھے ، منہ کیا لوگوں کی طرف پھر فرمایا "کیا جانتے ہو تم کیا فرمایا تمہارے رب نے" لوگوں نے کہا "اللہ اور رسول ہی خوب جانتا ہے" کہا فرمایا آج فجر کو ہو گئے بعضے بندے میرے مومن اور بعضے کافر۔ سو جس نے کہا ہم کو مینہ ملا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے سو وہ مجھ پر یقین لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا کہ ہم کو مینہ ملا فلانے نچھتر[1] سے سو وہ میرا منکر ہوا اور ستاروں

---

[1] نچھتر کے معنی طالع ، ستارہ ، نصیبہ ، برج ، منزل ۔ بنوء کذا کذا سے مراد ہے ۔ بتاثیر منزل قمر ۔ اصطلاح میں نچھتر سے مراد وہ تارے اور راہیں اسّا منازل قمر ہیں جو رات دن گردش میں رہتی ہیں اور ہر ساعت کے لیے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مُؤمِنٌ بِالْکَوَاکِبِ [1] پر یقین لایا۔
جو کوئی عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھتا ہے سو اس کو اللہ صاحب اپنے منکروں میں جانتا ہے اور ستارہ پوجنے والوں میں شمار کرتا ہے۔ جو کوئی ان سب کاروبار کا کارخانہ اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے سو اس کو اللہ بھی اپنے مقبول بندوں میں گن لیتا ہے اور ستارہ پرستوں سے نکال لیتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک و بد ساعت کا ماننا اور اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا اور نجومی کے کہے پر یقین کرنا شرک کی باتیں ہیں۔ یہ سب نجوم سے علاقہ رکھتی ہیں اور نجوم کا ماننا ستارہ پرستوں کا کام ہے۔

نجومی، ساحر اور کاہن کافر ہیں

مشکوٰۃ کے باب الکہانت میں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ رَزِیْنٌ [2] عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ بَابًا مِّنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ [3] لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ الْمُنَجِّمُ كَاهِنٌ وَّالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَّالسَّاحِرُ كَافِرٌ [4]

رزین نے ذکر کیا کہ ابن عباسؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سیکھی کوئی بات علم نجوم کی سوائے اس کے کہ بیان کی ہے اللہ نے تو سیکھی اس نے ایک راہ جادو کی۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ستاروں کا بھی ذکر کیا ہے کہ ان میں اللہ کی قدرت معلوم ہوتی ہے اور اس کی حکمت۔ ان سے آسمان کی خوب صورتی ہے۔ شیطانوں کو انہیں سے مار مار کر بھگاتے ہیں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ان کے آثار و خواص جداگانہ مقرر ہیں اور انہیں کو دیکھ کر سعد و نحس کا حکم لگایا جاتا ہے۔

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۹۲۔

[2] رزین بن معاویہ ائمہ محدثین میں سے ہیں۔ اپنے جامع میں صحاح ستہ کے علاوہ بھی احادیث لائے ہیں چھٹی صدی ہجری میں وفات پائی۔ کتاب کا نام: التجرید فی الجمع بین الصحاح۔

[3] خلق الله هذه النجوم لثلاث: جعلها زينة للسماء ورجوما للشياطين وعلامات يهتدى بها (یعنی اوقات وغیرہ بحر و بر میں رہنمائی)

[4] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۹۲۔

یہ بات نہیں ذکر کی کہ کچھ جہان کے کارخانے میں ان کو دخل ہے اور دنیا میں کچھ بھلائی برائی ان کی تاثیر سے ہوتی ہے۔ سو جو کوئی وہ پہلی بات چھوڑ کے اس دوسری بات کی تحقیق کے پیچھے پڑے اور اس سے معلوم کر کر غیب کی باتیں بتایا کرے۔ سو جیسا برہمن جنوں سے پوچھ پوچھ کر غیب کی باتیں بتلاتا ہے کہ جس کو عربی زبان میں کاہن کہتے ہیں، یہ بھی اسی طرح نجوم سے معلوم کر کر غیب کی باتیں بتلاتا ہے گویا نجومی اور کاہن کی ایک ہی راہ ہے۔ کاہن تو جادوگروں کی طرح جنوں سے دوستی کرتا ہے اور ان سے دوستی اسی طرح پیدا ہوتی ہے کہ ان کو ماننے اور پکاریئے اور بھوگ[1] دیجیے۔ سو یہ کفر کی بات ہے۔ سو نجومی، کاہن اور ساحر کفر کی راہ چلتے ہیں۔

نجوم اور رمل پر اعتقاد کا گناہ

مشکوٰۃ کے باب الکہانت میں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً[2]

مسلم نے بی بی حفصہؓ سے نقل کیا: پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی جائے خبریں بتانے والے کے پاس۔ پھر پوچھے اس سے کچھ تو نہیں قبول ہوتی اس کی نماز چالیس دن۔

یعنی جو کوئی غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ رکھتا ہے اس پاس جو کوئی جا کر کچھ پوچھے تو اس کی عبادت چالیس دن تک مقبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس نے شرک کی بات کی اور شرک سب باتوں کا نور کھو دیتا ہے۔ نجومی، رمال، جفار، فال دیکھنے والے، نامہ نکالنے والے، کشف اور استخارے کا دعویٰ کرنے والے اسی میں داخل ہیں۔

شگون اور فال کفر کی رسمیں ہیں

مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرۃ میں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ اَبُوْدَاؤُدَ عَنْ قَطَنِ بْنِ قَبِيْصَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قبیصہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شگون لینے کے لیے جانور

---

[1] : بھوگ، وہ کھانا جو دیوتاؤں وغیرہ کو چڑھایا جائے۔

[2] : مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۹۳۔

ثُمَّ الْعِيَافَةُ وَالطَّرْقُ الطِّيَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ [۱]	اُڑانے اور فال نکالنے کے لیے کنکر ڈالنا اور کسی طرح کا شگون لینا کفر کی رسموں میں سے ہیں۔
اَخْرَجَ اَبُوْدَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ [۲]	ابوداؤد نے ذکر کیا کہ ابن مسعودؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شگون لینا شرک ہے شگون لینا شرک ہے شگون لینا شرک ہے۔

یعنی عرب کے لوگوں میں شگون لینے کا بہت رواج تھا اور اس کا بڑا اعتقاد تھا۔ اس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ فرمایا کہ یہ شرک کی بات ہے تاکہ لوگ اس عادت کو چھوڑ دیں۔

بیماری متعدی نہیں

مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرۃ میں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوُدَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا ھَامَۃَ وَلَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَاِنْ تَکُنِ الطِّیَرَۃُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَۃِ [۳]	ابوداؤد نے ذکر کیا کہ سعد بن مالک نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نہیں ہے ہامہ اور نہ کسی کا کسی کو مرض لگتا ہے اور نہ کسی چیز میں نامبارکی ہے اور جو نامبارکی کسی چیز میں ہو تو گھر میں اور گھوڑے میں اور عورت میں ہے۔

---

[۱] العیافۃ: پرندا ہرن کو چھوڑتے، اگر وہ دائیں طرف جاتے تو مبارک خیال کرتے اور اگر بائیں طرف چلتے تو منحوس سمجھتے اور کام سے رک جاتے۔ طرق: کنکر مارتے یا ریت پر خط کھینچتے،
قطیر: پرندوں اور ہرن سے فال کرتے جو عیافۃ میں مذکور ہے۔

[۲] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۹۲۔

[۳] بدالاشراک میں یہ روایت یوں آئی ہے، اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ قَالَہٗ ثَلَاثًا وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُذْھِبُہٗ بِالتَّوَکُّلِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ یَقُوْلُ کَانَ سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ یَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ وَمَا مِنَّا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُذْھِبُہٗ بِالتَّوَکُّلِ ھٰذَا عِنْدِیْ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اور انہی لفظوں سے مشکوٰۃ میں صفحہ ۳۹۲ پر ہے۔

[۴] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۹۲۔

یعنی عرب کے جاہلوں میں مشہور تھا کہ جو کوئی مارا جائے اور اس کا بدلہ نہ لے، تو اس کے سر کی کھوپڑی میں سے ایک اُلّو نکل کر فریاد کرتا پھرتا ہے۔ اس کو ہامہ کہتے تھے۔ سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ کہے کہ آدمی مر کر کسی جانور کی صورت میں بن آتا ہے۔ سو وہ جھوٹا ہے۔ یہ بھی انہیں میں مشہور تھا کہ بعضے مرض جیسے خارش یا جزام ایک سے دوسرے کو لگ جاتا ہے، سو فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ یہ جو لوگوں میں دستور ہے کہ جس لڑکے کو چیچک نکلے، اس سے پرہیز کرتے ہیں اَور لڑکوں کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے کہ کہیں اس کے بھی نہ نکل آئے یہ کفر کی رسم ہے۔ اس کو نہ ماننا چاہیئے۔ یہ بھی انہیں میں مشہور تھا کہ فلانا کام فلانے کو نامبارک ہوا اور اس کو راست نہ آیا، سو فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے۔ اگر کچھ اس بات کا اثر ہے تو تین ہی چیزوں میں ہے یعنی گھر، گھوڑا اور عورت[1]۔ اس سے معلوم ہُوا کہ یہ چیزیں کبھی نامبارک بھی ہوتی ہیں، مگر اس کے معلوم کر لینے کی راہ نہیں بتائی کہ کیوں کر جان لیجئے کہ یہ مبارک ہے اور یہ نامبارک۔ سو یہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو گھر شیر دہان[2] اور جو گھوڑا ستارہ پیشانی اور جو عورت کلجبی ہو تو نامبارک ہوتی ہے۔ سو اس کی کچھ سند نہیں۔ سو مسلمان لوگوں کو یوں چاہیئے کہ ان باتوں کا کچھ خیال نہ کریں اور جب نیا مکان لیویں یا گھوڑا ہاتھ لگے یا بیاہ کریں یا لونڈی مول لیں تو اللہ سے اس کی بھلائی مانگیں اور اسی سے اس کی بُرائی سے پناہ چاہیں اور باقی اور چیزوں میں اس قسم کے خیالات نہ دوڑائیں کہ فلانا کام مجھے راست آیا اور فلانا نہ آیا۔

مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرہ میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا	بخاری نے ذکر کیا: ابوہریرہ نے نقل کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ کسی کا کسی کو مرض لگے اور نہ کسی مردہ کی کھوپڑی سے اُلّو نکلے اور صفر

---

[1] یعنی دیگر [2] دوسری جگہ اس کی وضاحت یوں فرمائی اگر وہ بُرا یا منحوس ہے جس کے ہمسائے بُرے ہوں۔ عورت وہ منحوس یا بُری ہے جو درشت مزاج اور بداخلاق ہو۔ گھوڑا وہ رکھنے کے قابل نہیں جو شوری اور اڑیل ہو۔ [3] شیر دہاں: جو مکان آگے سے کھلا اور عقب سے چھوٹا ہو اسے شیر دہاں کہتے ہیں۔ ہندی اسے منحوس خیال کرتے تھے۔

صفر[1] بھی کچھ نہیں۔

یعنی عرب کے جاہلوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ جس کے ایسا مرض پیدا ہو جائے۔ کہ کھاتا چلا جائے اور پیٹ نہ بھرے جس کو حکیم جوع الکلب کہتے ہیں تو اس کے پیٹ میں کوئی بھوت بلا گھس جاتی ہے کہ وہی کھاتی چلی جاتی ہے اس کو صفر کہتے ہیں۔ سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ کچھ بھوت بلا نہیں۔

اس سے معلوم ہُوا کہ جو لوگ بعضے مرضوں کے ساتھ کچھ بلا خیال کرتے ہیں اور اسی کو مانتے ہیں جیسے سیتلا و مسانی اور براہی[2] سو یہ سب غلط ہے۔ یہ بھی ان میں مشہور تھا کہ مہینہ صفر کا نامبارک ہے اس میں کوئی کام نہ کیا چاہیئے۔ سو یہ بھی غلط ہے۔

اس سے معلوم ہُوا کہ یہ بات کہنی کہ تیرہ دن صفر کے نامبارک ہیں، ان میں کچھ بلائیں اترتی ہیں۔ اسی پر ان دنوں کا نام "تیرہ تیزی" رکھا کہ ان کی تیزی سے کچھ کام بگڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کسی مہینے کو یا تاریخ کو یا دن کو نامبارک سمجھنا یہ سب شرک کی رسمیں ہیں۔

مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرہ میں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَھَا مَعَہٗ فِی الْقَصْعَۃِ فَقَالَ کُلْ ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلًا عَلَیْہِ[3]	ابن ماجہ نے ذکر کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ رکابی میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا: کھا اللہ پر اعتماد کر کے اور اسی پر بھروسہ کر کے۔

یعنی ہم کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ۔ جس کو چاہے بیمار کر دے، جس کو چاہے تندرست۔ ہم کسی بیمار کے ساتھ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بیماری کا لگ جانا نہیں مانتے۔

خدا کو سفارشی نہ بناؤ،

مشکوٰۃ کے باب بدأ الخلق میں لکھا ہے کہ:

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۹۱ (بخاری)، [2] براہی: ہندوؤں میں بیماریوں کی ایک دیوی کا نام ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے تاکہ بیماریاں دور ہو جائیں۔ [3] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۹۲۔

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ جُھِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِیَالُ وَھَلَکَتِ الْاَمْوَالُ فَاسْتَسْقِ اللّٰہَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِکَ عَلَی اللّٰہِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰہِ عَلَیْکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ فَمَا زَالَ یُسَبِّحُ حَتّٰی عُرِفَ ذٰلِکَ فِیْ وُجُوْہِ اَصْحَابِہٖ ثُمَّ قَالَ وَیْحَکَ اِنَّہٗ لَا یُسْتَشْفَعُ بِاللّٰہِ عَلٰی اَحَدٍ شَانُ اللّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِکَ وَیْحَکَ اَتَدْرِیْ مَا اللّٰہُ اِنَّ عَرْشَہٗ عَلٰی سَمٰوٰتِہٖ ھٰکَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِہٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ لَیَئِطُّ بِہٖ اَطِیْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاکِبِ[1]۔

ابوداؤد نے ذکر کیا کہ جبیر بن مطعم نے نقل کیا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گنوار پس کہا کہ سختی میں پڑ گئیں جانیں اور بھوکے مرتے ہیں کنبے اور گئے سواشی۔ سو مینہ مانگو اللہ سے ہمارے لیے کیونکہ ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہارے پاس۔ سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ پھر سبحان اللہ اسی طرح اللہ کی پاکی یہاں تک کہتے رہے کہ اس کا اثر ان کے یاروں کے چہروں میں معلوم ہونے لگا۔ پھر فرمایا کیا بے وقوف ہے تو! اللہ کو سفارشی نہیں لاتے کسی کے آگے۔ اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس سے۔ کیا بے وقوف ہے تو جانتا ہے تو کیا چیز ہے اللہ؟ بے شک تخت اس کا اس کے آسمانوں پر اس طرح سے ہے اور بتلایا اپنی انگلیوں سے کہ قبہ کی طرح اور بے شک وہ عرش چرچراتا ہے اس سے جیسا چرچراتا ہے پالان اونٹ کا سوار کے بوجھ سے۔

یعنی ملک عرب میں قحط پڑا تھا۔ سو ایک گنوار نے آکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس۔ سو یہ بات سن کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوف اور دہشت میں آگئے اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے۔ پھر اس شخص کو سمجھایا کہ کسی کو جو کسی کے پاس اپنا سفارشی ٹھہرائے تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر وہ کر دے۔ سو جب یہ کہا اللہ کو سفارشی پیغمبر کے پاس ہم نے ٹھہرایا۔ سو گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی۔ سو یہ بات محض غلط ہے

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۵۰۹

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ انبیا اور اولیا اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں کہ سارے آسمان و زمین کو عرش اس کا قبّے کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت سے چرچر بولتا ہے سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی بڑائی کا بیان بھی کر سکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی دوڑا سکے۔ پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت ؟ وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور فوج کے اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں کام کر ڈالتا ہے۔ وہ کس کے روبرو سفارش کرے اور کس کا منہ کہ اس کے سامنے کسی کا مختار بن بیٹھے ؟

سبحان اللہ ! اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سُنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے، بیان کرنے لگے۔ پھر کیا کہیئے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا سا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے دو برس بڑا ہوں کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور کسی نے یہ بیت کہی ہے ؎ دل از مہر محمد ریش دارم ! رقابت با خدائے خویش دارم

کسی نے یوں کہا ہے۔ ؎ باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار !

اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الٰہیہ سے افضل بتاتا ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے ایسی ایسی باتوں سے کیا اچھی بیت کہی ہے کسی شاعر نے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب — بے اُدب محروم گشت از فضلِ رب

اس حدیث سے معلوم ہوا، یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یُوں پڑھتے ہیں۔ "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" یعنی اے شیخ عبد القادر! کچھ دو تم اللہ کے واسطے، یہ لفظ نہ کہنا چاہیئے۔ ہاں اگر یُوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبد القادر کے واسطے، تو بجا ہے۔ غرضیکہ ایسا لفظ منہ سے

---

[1] حدیث رسول کی رو سے دعا کے پہلے اور دعا کے آخر میں درود شریف کا پڑھنا، دعا کے قبول ہونے کا سبب ہے کسی کی طفیل کا وسیلہ پکڑنا، وہ فضیلت والے تین زمانوں اور ائمہ اربعہ سے صحیح صریح طریقہ سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے بھی بچنا چاہیئے۔ ع ح

نہ ہوئے جس سے کچھ تو شرک کی یا بے ادبی کی آو سے کہ اس کی بہت بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پرواہ ہے۔ ایک نکتے میں نواز دینا اسی کا کام ہے اور یہ بات محض بے حجاب ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولیے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجیے معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں، کچھ اللہ کی جناب میں ضرور نہیں کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا اور جگت نہیں بولتا۔ اس کام کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ۔

خدا کے نزدیک سب سے پیارے نام

مشکوۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِکُمْ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ[1]	مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عمرؓ نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارے سب ناموں میں اچھا نام عبد اللہ و عبد الرحمٰن ہے۔

یعنی عبد اللہ کے معنی بندہ اللہ کا اور عبد الرحمٰن کے معنے بندہ رحمٰن کا سو اسی میں داخل ہے عبد القدوس، عبد الخالق، خدا بخش، اللہ داد، غرض جس نام میں اللہ کی طرف نسبت نکلے خصوصاً اللہ کے ویسے نام کا ذکر ہو کر کسی کو نہیں بولتے۔

اللہ کے نام کے ساتھ کنیت نہ رکھو

مشکوۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِیٍٔ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ لَمَّا وَفَدَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهٖ سَمِعَهُمْ یَکْنُوْنَهٗ بِاَبِی الْحَکَمِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ هُوَ الْحَکَمُ وَاِلَیْهِ الْحُکْمُ فَلِمَ تُکْنٰی اَبَا الْحَکَمِ[2]	ابوداؤد اور نسائی نے ذکر کیا کہ شریح نے نقل کیا اپنے باپ سے کہ وہ جب آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے ساتھ تو حضرت نے سنا ان لوگوں کو کہ کہتے ہیں اس کو ابو الحکم یعنی اصل قضیہ چکانے والا پھر فرمایا اس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ ہی ہے اصل قضیہ چکانے والا اور اسی کا ہے حکم۔ پھر تجھ کو کیوں کہتے ہیں ابو الحکم۔

---

[1] مشکوۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۰۷ [2] مشکوۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۰۸۔

یعنی یہ بات کہ ہر قضیہ چکائے اور ہر جھگڑا مٹائے، یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ آخرت میں ظہور کرے گی کہ پہلے پچھلے دین و دنیا کے جھگڑے سب صاف ہو جائیں گے۔ اس بات کی کسی مخلوق کو طاقت نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اور اس میں وہ پایا جاتا ہے وہ اور کسی کو نہ کہیئے۔ جیسے بادشاہوں کا بادشاہ، مالک سارے جہان کا، خداوند، جو چاہے کر ڈالے، معبود، بڑا داتا، بے پرواہ علیٰ ہذا القیاس۔

صرف ماشاء اللہ کہو

مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ:

اَخْرَجَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ [1]

شرح السنہ نے ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہ نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں نہ بولا کرو، جو چاہے اللہ اور محمدؐ اور بولا کرو جو چاہے اللہ فقط۔

یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے گو کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب مگر یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جاوے گا کہ سارا کار و بار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت کے کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے۔ کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟ اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ و رسول کا یوں حکم ہے۔ کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دی ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا ہے۔

غیر اللہ کی قسم شرک ہے: مشکوٰۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ [2]

ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عمرؓ نے کہ سنا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو، فرماتے تھے کہ جس نے قسم کھائی غیر اللہ کی سو بیشک شرک کیا۔

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۰۹ [2] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۹۶۔

مشکوٰۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے کہ :

وَاَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ وَلَا بِاٰبَائِكُمْ [1]	مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا عبدالرحمٰن نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ قسم کھایا کرو جھوٹے معبودوں کی اور نہ باپ دادوں کی۔

مشکوٰۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے کہ :

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهٰكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ [2]	بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ ابن عمرؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ منع کرتا ہے تم کو باپ دادوں کی قسم کھانے سے جس کو قسم کھانا ہو سو اللہ ہی کی قسم کھاوے یا چپ رہے۔

مشکوٰۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے کہ :

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ [3]	بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابوہریرہؓ نے نقل کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو کوئی قسم کھایا چاہے پھر قسم کھا بیٹھے لات اور عزّیٰ کی۔ چاہیئے کہ پھر کہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

یعنی عرب کے لوگ کفر کی حالت میں بتوں کی قسم کھاتے تھے۔ سو جن مسلمانوں کے منہ سے اس عادت کے موافق قسم نکل جائے تو پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیویں۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاوے اور اگر منہ سے نکل جاوے تو توبہ کیجئے اور جس کی قسم کھانے کا مشرکوں میں دستور ہے اس کی قسم کھانے سے ایمان میں خلل آتا ہے۔

نذور کے بارے میں آپؐ کا فیصلہ

مشکوٰۃ کے باب النذور میں لکھا ہے کہ :

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاكٍ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	ابوداود نے ذکر کیا کہ ثابتؓ نے نقل کیا کہ ایک شخص نے منت مانی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۹۶ [2] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۹۶ [3] مشکوٰۃ باب الایمان النذور صفحہ ۲۹۶ [4] یعنی ہرگز

اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَۃَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ کَانَ فِیْھَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاھِلِیَّۃِ یُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ ھَلْ کَانَ فِیْھَا عِیْدٌ مِّنْ اَعْیَادِھِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِکَ فَاِنَّہٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ [1]

کر ذبح کرے اونٹ ایک مقام میں کہ اس کا نام بوانہ تھا۔ پھر آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور خبر دی ان کو۔ سو فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تھا اس میں کوئی تھان کفر کے وقت کا کہ پوجتے ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ وہاں کوئی تہوار ہوتا تھا ان کا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا رسول اللہ نے تو پوری کر منت اپنی۔ کیونکہ نہ پوری کیا چاہیے ایسی منت کو کہ اس میں کچھ اللہ کا گناہ ہو۔

یعنی اللہ کے سوا کسی اور کی منت ماننی گناہ ہے۔ سو ایسی منت کو پورا کرنا نہ چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول تو اللہ کے سوا کسی اور کی منت نہ ماننے اور جو مانی ہو تو پوری نہ کیجئے کیونکہ یہ بات خود گناہ ہے پھر اس پر ہٹ کرنا اور زیادہ گناہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور چڑھاتے ہوں یا پوجا کرتے ہوں یا کسی اور طرح کا وہاں جمع ہو کر شرک کرتے ہیں وہاں اللہ کے نام کا بھی جانور نہ لے جانا چاہیے اور کسی اور طرح ان میں نہ شریک ہو، نہ اچھی نیت سے نہ بری نیت سے کہ ان سے مشابہت کرنی خود بری بات ہے۔

اللہ کو سجدہ اور پیغمبرؑ کی تعظیم

مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ:۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَآءَ بَعِیْرٌ فَسَجَدَ لَہٗ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ اس نے پھر سجدہ کیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ سو ان کے اصحاب کہنے

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۹۳-۲۹۴

يَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَأَكْرِمُوا أَخَاكُمْ [1]

لگے: اب پیغمبر خدا! آپ کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت، ہم کو تو ضرور چاہیئے کہ آپ کو سجدہ کریں۔ سو فرمایا: بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اسی کی چاہیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام زادے، پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں۔ سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے، نہ خدا کی سی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعضے بزرگوں کو بعضے جانور ملتے ہیں۔ چنانچہ بعضی درگاہوں پر شیر حاضر ہوتے ہیں اور بعضی پر ہاتھی، بعضی پر بھیڑیے مگر آدمی کو اس کی کچھ سند نہ پکڑنی چاہیئے۔ آدمی ویسی ہی تعظیم کرے کہ اللہ نے بتلائی ہو اور شرع میں جائز ہو۔ مثلاً قبروں پر مجاور رہنا شرع میں نہیں بتایا، سو ہرگز نہ بنے۔ کسی قبر پر کوئی شیر رات دن بیٹھا رہتا ہو تو اس کی سند نہ پکڑیئے کہ آدمی کو جانور کی ریس نہ کرنی چاہیئے۔

مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ۔

أَخْرَجَ أَبُوْ دَاوُدَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ [2] قَالَ أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ [3] فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

ابو داؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے۔ سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو۔

---

[1] مکمل حدیث:- وَلَوْ كُنْتُ اٰمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ مِنْ جَبَلِ الْأَصْفَرِ إِلَى جَبَلِ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَهُ۔ مراد پہاڑوں کے درمیان بعد اور دوری سے ہے۔ مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۲-۲۸۳

[2] قیس خزرجی، مدنی، دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔

[3] حیرہ، کوفہ کے پاس ایک شہر ہے۔

اللہ علیہ وسلم احق ان یسجد لہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرۃ فرأیتہم یسجدون لمرزبان لہم فانت احق ان نسجد لک فقال لی ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ فقلت لا فقال لا تفعلوا [1]

سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پھر کہا میں نے : گیا تھا میں حیرہ کو سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو ، سو بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم آپ کو ۔ تو فرمایا مجھ کو : بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا تو سجدہ کرے اس کو ۔ میں نے کہا نہیں " فرمایا " تو مت کر ایسا ۔"

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے [2] والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں ! سجدہ تو اسی ذاتِ پاک کو ہے کہ نہ مرے کبھی ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کبھی زندہ کو کیجئے ، نہ کسی مردے کو ، نہ کسی قبر کو کیجئے ، نہ کسی تھان کو ۔ کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۸۲ [2] اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ میں مر کر دفن ہونیوالا ہوں چنانچہ حدیث میں اس کی صراحت آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھا سکے ۔ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (ابو داؤد ۔ باب تفریع ابواب الجمعہ) حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشادات کے باقی حصے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس پر موت وارد ہو سکے ، وہ سجدے کا حق دار نہیں ۔

[3] ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی ولا یقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی ومولائی ولا یقل العبد لسیدہ مولائی فان مولاکم اللہ ۔ مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی کتاب الآداب باب الاسامی صفحہ ۴۰۔

غلام بھی اپنے مالک کو یوں نہ کہے کہ میرا مالک کیونکہ تم سب کا مالک اللہ ہے ۔ یعنی میاں اپنے غلام اور لونڈی کو اپنا بندہ اور بندی نہ کہے ، اور غلام اپنے مالک کو اپنا مالک نہ کہے ۔ کیونکہ مالک اللہ ہے اور باقی سب اس کے بندے ہیں ، نہ ایک دوسرے کا بندہ ہے نہ مالک ۔

پھر مر کر کچھ خدا نہیں بن گیا۔ بندے کا بندہ ہی ہے۔

کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں

مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰهِ وَکُلُّ نِسَاءِ کُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ [1]	مسلم نے ذکر کیا کہ ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے یوں نہ بولے کہ میرا بندہ اور میری بندی، تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں سب اللہ کی بندی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کسی کے حقیقت میں غلام ہیں، سو وہ بھی آپس میں یہ گفتگو نہ کریں کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا مالک پھر جھوٹ موٹ کا بندہ بننا، عبدالنبی، بندۂ علی، بندۂ حضور پرستار خاص، امرد پرست، آشنا پرست، پیر پرست اپنے تئیں کہلوانا، ہر کسی کو خداوند خدائیگاں داتا کہہ بیٹھنا تو محض بے جا ہے۔ اور نہایت بے ادبی او اسی بات میں کہنا کہ تم ہمارے جان مال کے مالک ہو، ہم تمہارے بس میں ہیں، جو چاہو کرو، محض جھوٹ ہے اور شرک کی بات۔

تعظیم رسولؐ کے متعلق اسوۂ حسنہ

مشکوٰۃ کے باب المفاخرت میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ [1]	بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حد سے مت بڑھاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کو نصاریٰ نے حد سے بڑھایا سو میں تو اس کا بندہ ہی ہوں سو یہی کہو کہ اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔

یعنی خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں، سو بیان کرو، وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتی ہیں، کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں مگر آدمی رسول ہو کر بھی آدمی ہی رہتا ہے اور بندہ ہی ہونا اس کا فخر ہے۔ کچھ اس میں خدا کی شان نہیں آجاتی

---

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۱۱

اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا۔ سو یہ بات کسی بندہ کے حق میں نہ کہا چاہیئے کہ نصاریٰ ایسی ہی باتیں حضرت عیسٰیؑ کے حق میں کہہ کر کافر ہو گئے اور اللہ کی درگاہ سے راندے ہو گئے۔

سو اسی لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو فرمایا کہ تم نصاریٰ کی چال نہ چلو۔ اور اپنے پیغمبر کی تعریف میں حد سے مت بڑھو کہ نصاریٰ کی طرح کہیں مردود نہ ہو جاؤ۔ لیکن افسوس کہ ان کی اُمت کے بے ادب لوگوں نے ان کا حکم نہ مانا اور آخر نصاریٰ کی سی باتیں کہنے لگے۔ کیونکہ نصاریٰ بھی حضرت عیسٰیؑ کو یہی کہتے تھے کہ اللہ ان کے بھیس میں ظاہر ہُوا اور وہ ایک طرح سے انسان ہیں اور ایک طرح سے خدا۔ سو بعینہٖ یہی بات بعضوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہہ ڈالی چنانچہ کسی نے یوں کہا ہے۔

فی الجملہ ہمیں بود کہ می آمد و می رفت — ہر قرن کہ دیدی
در عاقبت آں شکل عرب وار بر آید — دارائے جہاں شد،

اور کسی نے یوں کہا ہے ؎

تقدیر بہ یک ناقہ نشانیدہ دو محمل — سلمائے حدوث تو و لیلائے قدم را
تا مجمع امکان و وجوب۔ نوشتند — نورد تعین نہ شد اطلاق اعم را

بلکہ بعضے جھوٹے دغابازوں نے [illegible] بات [illegible] خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا ہے کہ انہوں نے خود فرمایا ہے آت [illegible] حمد [illegible] [1] اسی طرح ایک بڑی سی عبارت عربی کی بنا کر اور اس میں ایسی ایسی خرافاتیں جمع کر کے اس کا نام خطبۃ الافتخار رکھا ہے اور اس کو حضرت علیؓ کی طرف نسبت کیا ہے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ اللہ سارے جھوٹوں کا منہ کالا کرے۔

جس طرح نصاریٰ کہتے ہیں کہ سارے کاروبار اس جہان کے اور اُس جہان کے حضرت عیسٰی کے اختیار میں ہیں۔ جو کوئی ان کو مانے اور ان کی التجا کرے اس کو کچھ بندگی کی حاجت نہیں۔ کچھ گناہ اس کو خلل نہیں کرتا۔ کچھ حرام و حلال کا اس کے حق میں امتیاز کرنا ضروری نہیں۔ وہ خدا کا سانڈ بن جاتا ہے جو چاہے سو کرے۔ حضرت عیسٰی آخرت میں اس کو شفاعت سے بچا لیں گے۔ اسی طرح کا عقیدہ

---

[1] گویا رسولؐ پاک کی ذات والاصفات کو حادث و قدیم اور ممکن و واجب کا جامع قرار دیا اور آپ کو بشریت کی حد سے بڑھا کر اس حد میں پہنچا دیا جو صرف خدائے پاک کے لیے مخصوص ہے۔ [2] یہ حدیث بالاتفاق موضوع ہے۔

جاہل مسلمانوں کو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ہے۔ ان سے اتر کر اماموں کی، اولیاء کی بلکہ ہر ملا مشائخ کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کرے۔

مشکوٰۃ کے باب المفاخرت میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ اَبُوْدَاؤدَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ قَالَ انْطَلَقْتُ فِيْ وَفْدِ بَنِيْ عَامِرٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ فَقُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَّاَعْظَمُنَا طَوْلًا[1] فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَكُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ[2]

ابوداؤد نے ذکر کیا کہ مطرف نے نقل کیا، آیا میں بنی عامر کے ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پھر کہا ہم نے کہ آپ سردار ہیں ہمارے، سو فرمایا سردار تو اللہ ہی ہے پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے سخی ہو۔ سو فرمایا: خیر اس طرح کا کلام کہو، بلکہ اس سے بھی تھوڑا کلام کرو، اور تم کو بے ادب نہ کر دے شیطان۔

یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو۔ سو اس میں بھی اختصار ہی کرو اور اس میدان میں منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو کہ کہیں اللہ کی جناب میں بے ادبی نہ ہو جائے۔

لفظ سید کے دو معنی اب سنا چاہیئے کہ سردار کے لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ مالک و مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے سو کرے، جیسے ظاہر میں بادشاہ۔ سو یہ بات تو اللہ ہی کی شان ہے ان معنوں کر اس کے سوا کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ معنی کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کر اصل حاکم کا حکم اول اس پہ آئے اور اس کی زبانی اوروں کو پہنچے جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار۔ سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے، ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا، ہر مجتہد اپنے تابعوں کا، ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اول اللہ کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں۔ سو اس طرح سے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔

---

[1] طَوْلًا: یعنی فضل و احسان، قدرت و عبادت اور غنا و وسعت میں ہم سے بڑا ہے۔ الشیخ عبدالحق محدث

[2] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۴۱۸۔

اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور اللہ کی راہ سیکھنے میں سب ان کے محتاج ہیں۔ ان معنوں کو ان کو سارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ضروریوں ہی جاننا چاہیئے کہ ان پہلے معنوں میں ایک چیونٹی میں بھی تصرف نہیں کر سکتے۔

تصویر کے متعلق ارشادات نبویؐ : مشکوٰۃ کے کتاب اللباس باب التصاویر میں لکھا ہے کہ۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَۃً فِیْھَا تَصَاوِیْرُ فَلَمَّا رَاٰھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَلَمْ یَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْھِہِ الْکَرَاھَۃَ قَالَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ ھٰذِہِ النُّمْرُقَۃِ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَیْتُھَا لَکَ لِتَقْعُدَ عَلَیْھَا وَتَوَسَّدَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ ھٰذِہِ الصُّوَرِ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَیُقَالُ لَھُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْہِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ [1]	بخاری نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہؓ نے نقل کیا، کہ انہوں نے خریدا ایک غالیچہ کہ اس میں تصویریں تھیں۔ پھر جب اس کو دیکھا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر نہ گئے۔ سو پہچانی میں نے ان کے چہرے پہ ناخوشی پس کہا میں نے یا رسول اللہ! میں توبہ کرتی ہوں اللہ اور اس کے رسولؐ کے روبرو، کیا گناہ کیا میں نے؟ سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسا ہے یہ غالیچہ! کہا میں نے: آپ کے لیے خریدا ہے میں نے کہ اس پر بیٹھیں اور اس کا تکیہ بنائیں، سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں والے قیامت کے دن عذاب میں پڑیں گے اور کہا جائے گا ان کو جان ڈالو اس چیز میں کہ بنائی تم نے۔ نیز فرمایا: جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں آتے

یعنی اکثر شرک مورتوں کو پوجتے ہیں سو اس لیے فرشتوں کو تصویروں سے گھن آتی ہے پیغمبروں کو بھی ان سے نفرت ہے اور ان کے بنانے والوں پہ عذاب ہوگا کہ بت پرستی کا سامان اکٹھا کرتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے جاہل لوگ پیغمبروں کی اماموں کی یا اولیاء کی یا پیروں کی تصویروں کی تعظیم کرتے اور اپنے پاس برکت کے لیے رکھتے ہیں سو محض گمراہ ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے۔ پیغمبر اور فرشتے ان سے بیزار ہیں۔ سب تصویروں کو ناپاک سمجھ کر گھر

---

[1] : مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۸۵

سے دور رکھیے کہ پیغمبر بھی خوش ہوں۔ فرشتے بھی اس گھر میں آئیں اور ان کے قدم سے گھر میں برکت پھیلے کیونکہ

پانچ سخت ترین گناہ : مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں لکھا ہے کہ :

اَخْرَجَ الْبَیْہَقِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ قَتَلَ نَبِیًّا اَوْ قَتَلَہٗ نَبِیٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَیْہِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَ عَالِمٌ لَّا یَنْتَفِعُ بِعِلْمِہٖ [۱]

بیہقی نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن عباس نے نقل کیا کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے "سب لوگوں سے بڑا عذاب قیامت کے دن اس شخص کو ہے کہ اس نے کسی نبی کو مارا یا اس کو کسی نبی نے مارا یا اس نے کسی اپنے ماں باپ کو مارا اور تصویر بنانے والوں کو اور اس عالم کو کہ اس کے علم سے اس کو کچھ فائدہ نہ ہو۔

یعنی تصویر بنانے والے بھی ان بڑے بڑے گنہ گاروں میں داخل ہیں۔

یہاں سے تصویر بنانے کا گناہ سمجھا چاہیئے کہ یزید و شمر نے تو پیغمبر کو نہیں مارا، بلکہ پیغمبر کے نواسے اور امام وقت کو کہ پیغمبر کا نائب [۲] تھا۔ تصویر بنانے والے کو خود پیغمبر کے قاتل کے ساتھ گنا ہے وہ تو یزید اور شمر سے بھی بدتر ہے۔

مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں لکھا ہے کہ :

اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَھَبَ یَخْلُقُ کَخَلْقِیْ فَلْیَخْلُقُوْا ذَرَّۃً اَوْ لِیَخْلُقُوْا حَبَّۃً اَوْ شَعِیْرَۃً [۳]

بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابو ہریرہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون زیادہ بے ادب ہوگا اس شخص سے کہ ارادہ کرے کہ پیدا کرے جیسے میں پیدا کرتا ہوں سو بھلا ایک ذرہ ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کرلیں :

یعنی تصویر بنانے والا پردے میں خدائی کا دعویٰ کرتا ہے کہ جو چیزیں اللہ نے بنائی ہیں اس کی نقل بنانے کا ارادہ کرتا ہے، سو بڑا بے ادب ہے اور یہ اس کا دعویٰ صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ

---

[۱] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۸۵ [۲] نائب کا لفظ اس لحاظ سے بولا گیا ہے کہ خلیفہ، امام یا بادشاہ اس دنیا میں خدائے تعالیٰ کے احکام کی تنفیذ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ [۳] مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۸۵

ایک دانہ بنانے کا بھی مقدور نہیں رکھتا۔ محض نقل کا رُتبہ ہے۔

اپنے متعلق حضورؐ کا ارشاد مشکوٰۃ کے باب المفاخرت میں لکھا ہے کہ:

أَخْرَجَ رَزِيْنٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَا أُرِيْدُ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيْهَا اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ لہ

رزین نے انسؓ سے نقل کیا: فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے: بیشک میں نہیں چاہتا کہ تم بڑھاؤ مجھ کو زیادہ اس مرتبہ سے کہ اللہ نے بخشا ہے مجھ کو۔ سو میں تو وہی محمد ہوں بیٹا عبد اللہ کا کہ اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔

یعنی جیسے اور سردار اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں۔ سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ویسے نہ تھے۔ کیونکہ اور سرداروں کو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کچھ کام نہیں ہوتا خواہ درست ہو خواہ بگڑ جائے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی اُمت کے بڑے مربی، شفیق تھے، ان پر بہت مہربان۔ رات دن ان کو اپنی اُمت کے دین ہی درست کرنے کا فکر تھا، سو جب انہوں نے معلوم کیا کہ میری اُمت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور بہت احسان مند ہیں۔ اور یہ دستور ہے کہ جب کسی کو کسی سے بہت محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتا ہے اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھے گا تو خدا ہی کی بے ادبی کرے گا۔ اس سے اس کا دین بالکل برباد ہو

لہ حدیث مشکوٰۃ شریف کے موجودہ نسخوں کے کسی باب میں نہیں مل سکی مگر اس مضمون کی روایات مسند احمد اور طبرانی وغیرہ میں موجود ہیں۔ مسند احمد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن انسؓ ان رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا سیدنا وابن سیدنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الناس قولوا بقولکم ولا یستہوینکم الشیطان انا محمد بن عبد اللہ ورسولہ واللہ ما احب ان ترفعونی فوق ما رفعنی اللہ (البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ ج ۹ صفحہ ۴۴)

طبرانی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن حسین بن علیؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفعونی فوق حقی فان اللہ تعالیٰ اتخذنی عبداً قبل ان یتخذنی رسولاً۔ اسنادہ حسن (مجمع الزوائد ج ۹ صفحہ ۲۱) (محمد عطاء اللہ حنیف)

جائے گا اور پیغمبر کا اصل دشمن بن جائے گا۔ سو اسی لیے فرمایا کہ مجھ کو یہ مبالغہ خوش نہیں آتا۔ سو میرا نام **مُحَمَّد** ہے، نہ اللہ، نہ خالق، نہ رازق اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہُوا ہوں۔ بندہ ہی ہونا میرا فخر ہے مگر اور سب لوگوں سے مجھ کو امتیاز یہ ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل۔ سو ان کو اللہ کا دین مجُھ سے سیکھا چاہیئے۔

سو اے مالک ہمارے اپنے ایسے پیغمبر رحیم و کریم پر ہزاروں درود و سلام بھیج انہوں نے جیسا ہم سے جاہلوں کو دین سکھانے میں حد سے زیادہ کوشش کی۔ سو تو ہی اس کوشش کی قدر دانی کر۔ ہم تو ایک عاجز بندے ہیں، محض بے مقدور۔ جیسا تو نے اپنے فضل سے ہم کو شرک و توحید کے معنی سمجھائے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مضمون خوب تعلیم کیا اور مشرک لوگوں میں سے نکال کر موحد پاک مسلمان بنایا۔ اسی طرح اپنے فضل سے بدعت و سُنّت کے معنی خوب سمجھا۔ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون خوب تعلیم کر اور بدعتی بد مذہبوں میں سے نکال کر سُنّی پاک، متبع سُنّت کا کر۔

اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تمت بالخیر

احسن التفاسیر اردو

مصنفہ :- مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

اردو میں تفسیریں تو کافی لکھی گئی ہیں لیکن اس مبارک تفسیر میں شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کے علاوہ بعض خصوصیات منفرد نوعیت کی ہیں۔

- متقدمین کی مسلمہ تفاسیر کا عمدہ نچوڑ ● آیات کے شان نزول کی تفصیل۔
- عقائد و عبادات اور دیگر معاملات زندگی سے متعلقہ قرآن مجید کے احکام و مسائل کی تفصیل احادیث و آثار کی روشنی میں کی گئی ہے۔ گویا یہ تفسیر احکام القرآن بھی ہے۔
- ابتدا میں اصول تفسیر کے نفیس مباحث پر ۴۰ بڑے صفحات پر مشتمل بصیرت افروز مقدمہ بھی ہے۔

اس اشاعت کی بعض خصوصیات

- تفسیر میں آمدہ مرفوع احادیث کی تخریج مع قید صفحات کتب کر دی گئی ہے جس کی وجہ سے اس کی استنادی حیثیت بہت بلند ہو گئی ہے۔
- تخریج کے علاوہ بعض خاص مواقع پر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے قلم سے مفید حواشی کا بھی اضافہ ہے جو مختصر لیکن جامع ہیں۔
- طباعت کا سابقہ انداز بدل دیا گیا ہے۔ اُوپر قرآن مجید مترجم بین السطور اور اس کے ساتھ ساتھ آیات کے نمبر دے کر نیچے حوض میں تفسیر دے دی گئی ہے۔

المكتبة السلفية
شیش محل روڈ ○ لاھور ○ پاکستان

اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان

- تالیف :- مولانا عزیزالدین صاحبؒ مرادآبادی،
- دیباچہ :- مناظرِ اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
- مقدمہ :- حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ
- تحقیق وافتتاحیہ :- مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی

- شرک و بدعت کی تردید میں یہ کتاب بے شک ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت کی حامل ہے۔
- اہل بدعت کی طرف سے "تقویۃ الایمان" اور حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر جتنے اعتراضات کیے گئے ہیں۔ وہمی ہوں یا واقعی۔ اس بلند پایہ کتاب میں دو سو عنوانات کے تحت ان سب کا مکمل جواب دے دیا گیا ہے۔ جوابات عقلی بھی ہیں نقلی بھی۔
- حضرت مولانا مُحَمَّد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی کا تاریخی حقائق سے لبریز افتتاحیے میں بریلویت کی تاریخ۔ پس منظر۔ تخلیقی عوامل اور اس کے "آباؤ اجداد" کے مختصر کارناموں پر تاریخ کی روشنی میں جامع تبصرہ۔ اصل مخطوطے پر تحقیق و نظرثانی کی گئی اور جابجا علمی حواشی سے مزین کیا گیا ہے۔

طبع دوم زیرطبع $\frac{30 \times 26}{8}$ کے ۹۰۰ سے زائد صفحات

المکتبۃ السلفیۃ ◉ شیش محل روڈ ◉ لاہور ۲